بسم الله الرحمن الرحیم

# حسینیت کا یکسان قومی نصاب

نام کتاب: حسینیت کا یکسان قومی نصاب
مؤلف: استاد محترم سید جواد نقوی
ترتیب: مرکز تحقیقات اسلامی بعثت
ناشر: متاب پبلی کیشنز
اشاعت: صفر المظفر ۱۴۴۳ھ، ستمبر ۲۰۲۱
تعداد: ۲۰۰۰

# عرضِ ناشر

## بسم الله الرحمن الرحیم

انسان کو عظمت و عزت کی بلند چوٹیوں تک پہنچنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے لامحدود صلاحیتیں اور وسائل و اسباب فراہم کیئے ہیں۔ وحی کے ذریعے انسان کی ہدایت کا نصاب اتارا ہے، انبیاء کرام علیہم السلام کا نورانی سلسلہ بشر کی نجات کے لیے مبعوث فرمایا ہے، خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خاتمیت کا تاج پہنا کر دینِ کامل کی صورت میں جاویدانی منشور عطا فرمایا ہے۔ ائمہ اطہار علیہم السلام کو مسندِ وصایتِ رسول خاتم ؐ پر منصوب فرمایا ہے اور امت اسلامیہ کو خاتم الامم کا عنوان دیا ہے اور اس کی ذمہ داری تمام بشریت کی پیشوائی اور امامت کرنا ہے۔

اس ذمہ داری کو نبھانے کے لیے ایمان، عملِ صالح اور علم کو بنیادی توشہ قرار دیا ہے لیکن نصاب امت میں ایمان، علم اور عمل صالح کے ساتھ اسے محرک کی بھی ضرورت ہے۔ ایمان سے امت کو مقصد ملتا ہے، علم سے روشنی ملتی ہے اور عمل سے امت اقدام کی وادی میں حرکت کرتی ہے لیکن راہ، مقصد اور روشنی کے ساتھ امت اسلامیہ کو محرِّک کی ضرورت ہے جو امت کے سفر میں اسے مسلسل حرکت میں رکھے، جمود طاری نہ ہونے دے۔ امت مؤمنہ کے لیے سب سے بڑا محرک ایمان ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں تکرار کے ساتھ ''یا ایھا الذّین امنوا'' کا خطاب فرمایا ہے۔ جب بھی کسی عملی اقدام کا موقع آیا، اس خطاب سے حکم صادر ہوا کیونکہ ''الذّین امنوا'' جو ایمان لائے ہیں وہی یہ قدم اٹھا سکتے ہیں اور وہی ان میادین میں استقامت دکھا سکتے ہیں۔

ایمان محرِّک کی مجسم مثال انسان کو تحریک کرنے میں زیادہ مؤثر ہوتی ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرامؑ میں سے منتخب نمونے چن کر قرآن میں پیش کر دیئے ہیں اور ان میں سب سے نمایاں و برجستہ نمونہ اور اسوہ حضرت ابراھیم خلیل اللہ علیہ السلام کی صورت و سیرت میں پیش کیا ہے۔ حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کی سیرت کو

تمام مؤمنین کے لیے لازمی نصاب بنادیا ہے۔ حج کی صورت میں فریضہ مقرر فرما کر سیرت ابراھیمی کے نصاب کی تعلیم و تربیت کا نہایت خوبصورت اہتمام کردیا ہے۔ یہ فکری نصاب بھی ہے اور عملی نصاب بھی ہے، یہ پاس کرنا ہر مسلمان پر واجب ہے اور اس کا تکرار مستحب ہے۔ عمرہ اور حج فقط نصاب ابراھیمی کی تعلیم کا ذریعہ ہے۔

حضرت ابراھیم علیہ السلام کی مستجاب دعا کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے ذریت ابراھیم میں بھی امت کو حرکت میں لانے کے لیے خوبصورت نصاب مقرر فرمایا ہے اور وہ سید الشھداء حضرت امام حسین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرت عالیہ ہے۔ امت مؤمنہ کو حرکت میں لانے کے لیے اس سے بڑھ کر تاریخ بشر میں کوئی محرّک موجود نہیں ہے۔ امام علیہ السلام کا قیام تمام انسانیت کے لیے نصاب کی حیثیت رکھتا ہے جس کا اعتراف قدیم تاریخ اور معاصر تاریخ میں موجود ہے۔ اس نصاب پر عمل کر کے اپنی اقوام کو غلامی سے نجات دلانے والے رہنما کم نہیں ہیں، معاصر زمانے میں موہن داس مہاتما گاندھی، نیلسن منڈیلا، علامہ اقبالؒ اور سید روح اللہ موسوی خمینیؒ جیسے رہنماؤں نے امام حسین علیہ السلام کے قیام کو اپنی امت جگانے، اٹھانے اور ظلم و ستم کے خلاف میدان میں لانے کے لیے نمونہ عمل اور سرمشق قرار دیا ہے۔

عزاداری اسی قیام کا تسلسل ہے۔ انسانوں کے ضمیر کو جنجھوڑنے، افکار کو جگانے، احساسات کو ابھارنے اور اقدار کو زندہ رکھنے کے لیے امام حسین علیہ السلام کا قیام نصاب ہے اور عزادری اس کی تعلیم، اس کی تربیت، اور اس کی مشق کا نام ہے۔ آج مسلمان مرد، عورتیں اور بچے ہر طرح کا نصاب پڑھ کر اس کے مطابق زندگی گزار رہے ہیں، انہیں انگریزوں، ہندوؤں، مغربیوں اور فرقہ بازوں کا نصاب دیا گیا ہے جسے بخوبی پڑھا بھی ہے اور اس پر عمل پیرا بھی ہیں۔ عزاداری صدیوں سے برپا ہو رہی ہے لیکن رسوماتی، روایتی، آبائی، علاقائی انداز میں سیاسی اور تجارتی مقاصد کے لیے۔ عزاداری کے باوجود طاغوت پرستی، یزید پرستی، ملوکیت اور آمریت پرستی جاری ہے۔ عزاداری میں حسینیتؑ کی بنیاد، حقیقت اور روح کو سمجھنے کے لیے ایک طالب علمانہ کوشش آپ کے سامنے کتابی صورت میں پیش

ہے۔ یہ گفتگو در اصل محرم الحرام ۱۴۴۳ھ میں نماز جمعہ کے خطبات کا مجموعہ ہے جو حجۃ الاسلام والمسلمین علامہ سید جواد نقوی حفظہ اللہ نے بیان کیئے ہیں۔ متاب پبلیکیشنز نے خطبات جمعہ کو مؤمنین کے استفادہ کے لیے سید الشہداء علیہ السلام اربعین کی مناسبت سے کتابی صورت میں تدوین کر کے پیش کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔ قارئین سے درخواست ہے کہ کتاب کو طائرنگاہوں کے بجائے غائرنظروں سے پڑھیں تا کہ جو درد کتاب میں بیان ہوا ہے وہ مؤمنین کے دلوں میں بھی اتر جائے۔

متاب پبلی کیشنز

# فہرست مطالب

صفحہ

صفحہ

## فصل دوم:



## فصل سوم:

صفحہ

فصل اول

# سیرتِ ابراہیم خلیل علیہ السلام سرمشق برائے امت

خداوند تبارک وتعالیٰ نے انبیائے کرام علیہم السلام میں سے بعض کو بہت نمایاں کر کے لوگوں کے سامنے عملی اسوہ بنا کر پیش کیا ہے جیسے حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام۔ حضرت ابراہیم خلیلؑ کا ہر عمل، ہر نقشِ قدم اور زندگی کا ہر مرحلہ امت کے لیے دین بنا دیا گیا ہے اور عبادت قرار دیا گیا ہے تاکہ لوگ اس زندگی کی مشق کریں اور تمرین کریں جس کے نتیجے میں انسان مقامِ خلّت پر ابراہیمِ خلیل علیہ السلام کی زندگی کی طرح اپنی زندگی بنا سکتا ہے۔ خالص تقویٰ کے اندر منحصر زندگی و محصور زندگی کہ جس کا ایک قدم بھی تقویٰ سے باہر نہیں ہے۔ اس لئے قرآنِ کریم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سیرت اور ان کی زندگی کے مختلف اہم پہلوؤں کو نمایاں کر کے ذکر کیا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ کے حکم پر ہجرت فرمائی، بابل یا فلسطین سے نقلِ مکانی کی یا عراق کے آباد، زرخیز، بہت ہی سرسبز اور مناسب و معتدل موسم والے علاقے سے اللہ کے فرمان پر ہجرت کی، اپنا کنبہ اور اپنا خاندان مکہ کی سنگلاخ زمین پر جا کر چھوڑ دیا۔ خداوند تبارک وتعالیٰ کی طرف سے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے انجام دلوایا گیا یہ مرحلہ ہر چند دشوار تھا۔ ایک لحاظ سے دیکھیں تو آگ میں کودنے سے بھی زیادہ دشوار یہ کام ہے کہ آرام دہ زندگی سے اپنا خاندان اٹھا کر ایسی سرزمین پر چھوڑ آئے جہاں زندگی کی معمولی سہولتیں بھی نہیں ہیں، جہاں کھانا، آرام اور معاشرت تو دور کی بات ہے پینے کے لئے پانی تک میسر نہیں ہے۔ نہ آسمان سے پانی اترتا ہے نہ ہی زمین سے پانی نکلتا ہے۔ ایسے درے اور ایسی سنگلاخ سرزمین میں حکمِ خدا پر اپنا کنبہ بسا دینا حضرت ابراہیمؑ کا یہ دشوار ترین امتحان تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اسے احسن طریقے سے بجا لائے۔ اس قدر عالی، زیبا و حسین امتحان دیا کہ یہ کردار اللہ کو اتنا پسند آیا کہ کنبے کے ہر عمل کو آنے والی نسلوں کے لئے عبادی فریضہ قرار دیکر حج بنا دیا۔ حج کے طور پر ایک مسلمان مومن عورت اور مرد جو کچھ انجام دیتا ہے وہ تکرار ہے حضرت ابراہیمؑ،

حضرت ہاجرؑ اور حضرت اسمٰعیلؑ کے اعمال وکردار کا۔ اس چھوٹے سے خاندان نے اللہ کی راہ میں ایسا محکم اور پختہ قدم اٹھایا کہ خداوند تبارک وتعالیٰ نے اسے تمام بشریت کے لئے پسند کیا۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے ہر ایک انسان کو ابراہیمیؑ انداز میں دیکھنا پسند کیا اور ہر خاندان کو ابراہیمؑ کے خاندان کے قالب میں پسند کیا۔ اس لیے قرآنِ کریم میں اللہ کا فرمان آیا کہ ابراہیم علیہ السلام تمہارے لئے اسوہ ہیں:

قَدْ كَانَتْ لَكُمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيٓ اِبْرَاهِيمَ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ ۚ اِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۫ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَآءُ أَبَدًا حَتّٰى تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗٓ اِلَّا قَوْلَ اِبْرَاهِيمَ لِأَبِيهِ لَأَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ وَمَآ أَمْلِكُ لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ؕ رَبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا وَاِلَيْكَ أَنَبْنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ٥ رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَاغْفِرْ لَنَا رَبَّنَا ۚ اِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ٥ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْهِمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُو اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ ؕ وَمَنْ يَّتَوَلَّ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ٥......[1]

بلاشبہ تمہارے لئے بہترین اسوہ ابراہیم اور ان کے ساتھیوں میں ہے، جب انہوں نے اپنی قوم سے کہہ دیا کہ ہم تم سے اور تمہارے معبودوں سے بیزار ہیں، ہم نے تمہارا انکار کر دیا ہے اور ہمارے تمہارے درمیان عداوت اور دشمنی بالکل واضح ہے یہاں تک کہ تم خدائے وحدۂ لاشریک پر ایمان لے آؤ، علاوہ ابراہیم کے اس قول کے جو انہوں نے اپنے مربی باپ سے کہہ دیا تھا کہ میں تمہارے لئے استغفار ضرور کروں گا لیکن میں تم کو اللہ سے بچانے کا کوئی اختیار نہیں رکھتا ہوں، خدایا! ہم نے تیرے اوپر بھروسہ کیا ہے اور تیری ہی طرف رجوع کیا ہے اور تیری ہی طرف بازگشت بھی ہے۔ اے ہمارے رب ہمیں کافروں کیلئے آزمائش نہ بنانا اور ہمیں بخش دینا کہ تو ہی عزیز

---

[1]......(سورۃ الممتحنۃ، آیہ ٦-٤)

اور حکیم ہے۔ بیشک تمہارے لئے ان لوگوں میں بہترین اسوہ ہے اس شخص کیلئے جو اللہ اور روزِ آخرت کا امیدوار ہے، اور جو انحراف کرے گا اللہ اس سے بے نیاز اور قابلِ حمد وثناء ہے۔

## اسوہ اور سرمشق

اُسوہ اسے کہتے ہیں جس کی انسان پیروی کرے، جس کے نقشِ قدم پر چلے۔ اُسوہ پیٹرن (Pattern) کو کہتے ہیں اور اس ماڈل (Model) کو کہتے ہیں جسے سامنے رکھ کر اس کے مطابق نقش بنایا جاتا ہے جیسے مصور اپنے سامنے ایک نمونہ پیٹرن کے طور پر رکھتے ہیں اور اس کے مطابق تصویر بناتے ہیں۔ مُصوّر رنگوں کے ذریعے کسی صفحے، کپڑے، کاغذ یا دیوار پر تصویر بناتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا جو ماڈل اور نمونہ بنایا ہے وہ کاغذ، کپڑے یا دیوار پر نقاشی کا نہیں ہے بلکہ انسانی زندگی کے اندر ابراہیمی نقش بنانے کیلئے ہے۔ یعنی ہر مومن اور ہر مسلمان اپنی زندگی کو ابراہیمؑ قالب اور سانچے میں ڈھالے اور اپنے آپ کو ابراہیمیؑ ماڈل میں تبدیل کر دے۔ مؤمن انسان کی زندگی پہ جب نگاہ کریں تو بے ساختہ گواہی دیں کہ یہ ابراہیمیؑ زندگی ہے، یہ خلیل اللہ کی زندگی ہے، یہ خُلت کی زندگی ہے۔ ابراہیمی طرزِ زندگی کو عام انسانوں کے لیے خداوند تبارک وتعالیٰ نے پسند کیا ہے۔ لہٰذا یہ عمل فریضہ بنادیا اور واجب قرار دیا کہ مؤمن زندگی میں ایک دفعہ یہاں حرم میں اسے انجام دے، یہ طرزِ زندگی سیکھے اور واپس اپنے گھر جا کر اس کو تکرار کرے۔

## اللہ کا پسندیدہ انداز

باینکہ انبیائے کرام علیہم السلام کی تعداد فراوان ہے۔ قرآنِ کریم میں چوبیس یا پچیس انبیائے کرام علیہم السلام کا تذکرہ ہے لیکن تاریخ اور روایات کے اندر ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاءؑ کا ذکر ملتا ہے، ان ایک لاکھ

چوبیس ہزار انبیاءؑ میں سے سب سے اعلیٰ اسوہ اور زندگی کا اعلیٰ نمونہ اللہ تعالیٰ کو حضرت ابراہیمؑ کا پسند آیا۔ اس لیے حضرت ابراہیمؑ کے نقشِ قدم کو باقی انسانوں کیلئے قرار دیا ہے اور قیامت تک تمام آنے والے لوگوں کے لیے فریضہ بنا دیا ہے۔ ابراہیمیؑ رنگ اللہ تبارک وتعالیٰ کو بہت زیادہ پسند ہے، انسان کی زندگی کا ابراہیمیؑ قالب، ابراہیمیؑ شکل، ابراہیمیؑ انداز، ابراہیمیؑ طرز اور ابراہیمیؑ سوچ اللہ کو محبوب ہے۔ زندگی ابراہیمؑ جیسی ہو، نظریہ ابراہیمؑ جیسا، فیصلے ابراہیمؑ جیسے، اقدامات ابراہیمؑ جیسے، خاندان ابراہیمؑ جیسا، قوتِ ارادی ابراہیمؑ جیسی، سختیوں کے اندر مقابلہ ابراہیمؑ جیسا ہو، یہ سب کچھ حضرت ابراہیمؑ کے انداز میں ہو۔

اور یہ ممکن ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اس کو واجب قرار دیا ہے، اگر یہ ناممکن ہوتا تو نہ حضرت ابراہیمؑ کے لیے یہ حکم آتا نہ ہی کسی اور کے لئے۔ چونکہ ناممکنات کا حکم نہیں دیا جا سکتا۔ شریعتِ مقدسہ میں اللہ تعالیٰ نے ایسا کوئی حکم، وظیفہ اور فریضہ مقرر نہیں کیا جو انسانوں کے لیے ناممکن ہو، جسے بجالانا انسان کے بس میں نہ ہو اور انسان کی طاقت سے باہر ہو۔ ابراہیمی اسوہ چونکہ مقدور ہے اس لیے خداوند تبارک وتعالیٰ نے ہر انسان کے لیے اس کو ماڈل و پیٹرن کے طور پر رکھا اور دعوت دی کہ مکہ آئیں اور اس طرزِ زندگی کو نزدیک سے دیکھیں اور اس کے نقشِ قدم پہ قدم رکھیں، اس کی سر مشق کی مشق کریں اور پھر باقی زندگی اس انداز سے گزاریں۔ حج کا ہر عمل بہت ہی خوبصورت، بڑا عالی ہے، نہایت زیبا اور اس کے اندر بہت گہرائی ہے۔

## ذریّتِ خلیلؑ میں اندازِ خلیلؑ کی تکمیل

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد دوسرا نمونہ تاریخِ بشر میں جس کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے عمومیت عطا کی ہے، وہ پیٹرن اور ماڈل جو حضرت ابراہیمؑ کے نقش کی تکمیل ہے، حضرت ابراہیمؑ کے عمل کی

تکمیل ہے نہ کہیں کہ دوسرا ہے بلکہ وہی نقش جو حضرت ابراہیمؑ نے شروع کیا اور زیبا ترین شکل میں انجام دیا اور اللہ تبارک وتعالیٰ کو بہت زیادہ پسند آیا اسی کی تکمیل حضرت سید الشہداءعلیہ السلام کے ذریعے سے ہوئی۔ یعنی وہ نقش اور کردار جو حضرت ابراہیمؑ نے نبھایا، وہ مکمل نہیں ہوا، قرآن کی آیت کے مطابق بھی مکمل نہیں ہوا:

**وَفَدَيۡنَاهُ بِذِبۡحٍ عَظِيۡمٍO وَتَرَكۡنَا عَلَيۡهِ فِي الۡاٰخِرِيۡنَO**......[۱]

اور ہم نے اس کا فدیہ ایک عظیم قربانی کو قرار دے دیا ہے۔ اور اس کا تذکرہ آخری دور تک باقی رکھا ہے۔

اس کا ایک مرحلہ حضرت ابراہیمؑ نے انجام دیا اور اس کا دوسرا مرحلہ ذریتِ ابراہیمؑ میں انجام پانا تھا۔ اس لیے حضرت ابراہیمؑ نے جہاں بھی اللہ تعالیٰ سے کچھ طلب کیا، ساتھ اپنی ذریت کا ذکر ضرور کیا، امتِ مسلمہ اپنی ذریت میں سے مانگی، امامت اپنی ذریت میں مانگی اور یہ سلسلہ اپنی ذریت میں مانگا بلکہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے جو کچھ حضرت ابراہیمؑ کو عطا کیا۔ حضرت ابراہیمؑ نے اپنی ذریت کے لیے ضرور اس کا مطالبہ کیا:

**وَاِذِ ابۡتَلٰٓى اِبۡرَاهِيۡمَ رَبُّهٗ بِكَلِمَاتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ؕ قَالَ اِنِّىۡ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ؕ قَالَ وَمِنۡ ذُرِّيَّتِىۡ ؕ قَالَ لَا يَنَالُ عَهۡدِى الظّٰلِمِيۡنَO**...... [۲]

اور اس وقت کو یاد کرو جب خدا نے چند کلمات کے ذریعے ابراہیم کا امتحان لیا اور انہوں نے پورا کر دیا، تو اس نے کہا کہ ہم تم کو لوگوں کا امام بنا رہے ہیں، انہوں نے عرض کی کہ میری ذریت؟! ارشاد ہوا کہ یہ عہدۂ امامت ظالمین تک نہیں پہنچے گا۔

---

[۱]......(سورۃ الصافات، آیہ ۱۰۸، ۱۰۷)

[۲]......(سورۃ البقرۃ، آیہ ۱۲۴)

رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَکَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَآ أُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّکَ ۠ وَأَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا ۚ اِنَّکَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ o رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيَاتِکَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ ط اِنَّکَ أَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُo......[1]

پروردگار! ہم دونوں کو اپنا مسلمان اور فرمانبردار قرار دے اور ہماری ذریت میں بھی ایک اُمتِ مسلمہ پیدا کر، ہمیں ہمارے مناسک دکھلا دے اور ہماری توبہ قبول فرما کہ تو بہترین توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔ پروردگار! ان کے درمیان ایک رسول کو مبعوث فرما جو ان کے درمیان تیری آیتوں کی تلاوت کرے، انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دے اور انکے نفوس کو پاکیزہ بنائے، بیشک تو عزیز اور حکیم ہے۔

رَبَّنَآ اِنِّيْٓ أَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِکَ الْمُحَرَّمِ ۙ رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا الصَّلَاةَ فَاجْعَلْ أَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيْٓ اِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرَاتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَo...... [2]

پروردگار! میں نے اپنی ذریت میں سے بعض کو تیرے محترم مکان کے قریب بے آب وگیاہ وادی میں چھوڑ دیا ہے تاکہ نماز قائم کریں، اب تو لوگوں کے دلوں کو ان کی طرف موڑ دے اور انہیں پھلوں کا رزق عطا فرما تاکہ وہ تیرے شکرگزار بندے بن جائیں۔

رَبِّ اجْعَلْنِيْ مُقِيْمَ الصَّلَاةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ ۖ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِo...... [3]

پروردگار! مجھے اور میری ذریت میں نماز قائم کرنے والے قرار دے اور پروردگار! میری دعا کو قبول کرلے۔

---

[1]......(سورۃ البقرۃ، آیہ ۱۲۹، ۱۲۸)

[2]......(سورۃ ابراھیم، آیہ ۳۷)

[3]......(سورۃ ابراھیم، آیہ ۴۰)

اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کی دعائیں قبول فرمائیں اور ذریتِ ابراہیمؑ میں وہ سب کچھ منتقل کردیا اور ساتھ ہی وہ کردارِ ابراہیمیؑ اور طرزِ ابراہیمیؑ جو ابراہیمؑ نے شروع کی تھی اس کی تکمیل بھی ذریتِ ابراہیمؑ میں مقرر فرمادی ہے۔اور وہ امام حسین علیہ السلام کی ذاتِ مبارک اور اُسوہ ہے۔

## کردارِ خلیل اللہؑ در پورِ خلیل اللہؑ

انبیائے کرام علیہم السلام اور ائمہ اطہار علیہم السلام میں یہ دو کردار بہت ہی اعلیٰ، بہت نمایاں اور بہت برجستہ ہیں۔باقی حج اللہ یعنی انبیائے کرام علیہم السلام اور ائمہ اطہار علیہم السلام نے اسی کی تبلیغ کی ہے،اسی کو آگے بڑھایا ہے، اسی کی تعلیم دی ہے یعنی ایک دفعہ ایک کردارِ ابراہیمیؑ وجود میں آیا اور قرآن کریم میں بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاتم النبیین بھی دراصل ابراہیمؑ کی ملت،ابراہیمؑ کے راستے اور ابراہیمؑ کے دین کی تبلیغ کرنے والے ہیں۔رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دینِ ابراہیمؑ کے مبلغ ہیں۔اور وہ انبیاءؑ جو اولادِ ابراہیمؑ سے آئے اور کثرت سے آئے،بنی اسرائیل کے اندر جتنے انبیاءؑ مبعوث ہوئے وہ ذریتِ ابراہیمؑ واولادِ ابراہیمؑ میں سے تھے اور طرزِ ابراہیمیؑ ،دینِ ابراہیمیؑ وملتِ ابراہیمیؑ کے مبلغ تھے۔پھر خداوند تبارک وتعالیٰ نے ذریتِ ابراہیمؑ میں دوبارہ اس کردار کو زندہ کیا اور اس کا تکمیلی مرحلہ انجام دلوایا اور اس کا حکم دیا،ہُو بہو اسی انداز سے جس طرح حضرت ابراہیمؑ نے حکمِ الٰہی کیا طاعت کرتے ہوئے انجام دیا۔اور جس طرح حضرت ابراہیمؑ کا عمل لوگ اس وقت ادراک نہیں کر سکتے تھے اور نہیں کیا کہ اپنے خاندان کو اٹھانا اور ایک لم یُزرع وادیٔ غَیرِ ذِیْ زَرْعٍ میں شیر خوار کو اپنی ماں کے ساتھ اکیلا چھوڑ کے خود واپس آجانا اور اپنی الٰہی ماموریت انجام دینے کیلئے کسی دیگر سرزمین پر آجانا یہ ہر انسان کی فہم سے بالاتر مطلب تھا لیکن حضرت ابراہیمؑ نے تسلیم ورضا کے ساتھ یہ کام کیا۔

اسی طرح حضرت ابراہیمؑ نے بت شکنی کی،شرک کے مظاہر کو نابود کیا،شرک کا خاتمہ کیا،بت کدہ

ویران کیا اوران لوگوں کے ضمیر کوشرک سے دور کرنے کے لیے جھنجوڑا۔اس کے نتیجے میں آگ کا الاؤ حضرت ابراہیمؑ کے لیے روشن کیا گیا،اس میں پھینکا گیا اور خداوندتبارک وتعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کو اس سے نجات عطا فرمائی۔ ہُو بہو یہ عمل وارثِ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے شروع کیا۔

بقول اقبالؒ:

صدقِ خلیل بھی ہے عشق،صبرِ حسین بھی ہے عشق
معرکۂ وجود میں بدر و حنین بھی ہے عشق......۱

وہی حالات جو حضرت ابراہیمؑ کے زمانے میں شرک کا ارتکاب،کفر کا دور دورہ اورظلم وطاغوتیت نمرودیت کی شکل میں تھی ،امام حسینؑ کے عہد میں بنوامیہ کی صورت میں ظاہر ہوئی۔ پہلے نمرود تھااب بنوامیہ ہیں۔جس طرح علامہ اقبالؒ کا فرمانا ہے:

**موسیٰؑ و فرعون و شبیرؑ و یزید**
**این دو قوّت از حیات آمد پدید**
**زندہ حق از قوّتِ شبیری است**
**باطل آخر داغِ حسرت میری است**......۲

یہ دو کردار تاریخی ہیں، یہ دو کردار ازل سے ہیں کہ ایک طرف ابراہیمی ،موسوی وشبیری کردار ہو اوردوسری طرف نمرودی،فرعونی ویزیدی کردار ہو۔دوسرے الفاظ میں:

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغِ مصطفویؐ سے شرارِ بولہبی......۳

حضرت امام حسینؑ کے عہد میں بالکل وہی ماجرا تکرار ہوا۔خداوند تبارک وتعالیٰ کا حکم امام حسینؑ کے

---

۱......(بالِ جبریل-علامہ اقبالؒ،صفحہ ۱۱۵) ۲......(رموزِ بیخودی-علامہ اقبالؒ)

۳......(بانگِ درا-علامہ اقبالؒ،صفحہ ۲۳۵)

لیے موجود تھا، کہاں تھا؟ علیحدہ کوئی آیت نازل نہیں ہوئی بلکہ جو آیت حضرت ابراہیمؑ کے لیے نازل ہوئی تھی، وہ آیت اور حکم ابھی باقی ہے۔ یوں نہیں تھا کہ عہدِ ابراہیمؑ میں شرک ممنوع ہے لیکن عہدِ امام حسینؑ میں شرک جائز ہے یا شرک پہ خاموشی اختیار کی جاسکتی ہے اور شرک کے ساتھ سمجھوتہ کیا جاسکتا ہے۔ حضرت ابراہیمؑ کے عہد میں بت خانہ نہیں ہونا چاہئے لیکن امام حسینؑ کے عہد میں بت خانہ بنانے میں کوئی حرج نہیں ہے بلکہ وہی حجت ابھی باقی ہے اور اسی حجت کے مطابق سید الشہداءؑ نے اپنے عہد کے نمرود کے خلاف قیام کیا اور امت کو بھی دعوت دی ہے۔

حضرت ابراہیمؑ ایک زوجہ، ایک بی بی اور ایک شیر خوار لے کر اس مہم کو سر کرنے کے لیے نکلے اور فقط ایک ایسی وادی میں گئے کہ جو غیر ذی زرع تھی، ایسی وادی کہ جس میں پانی موجود نہیں تھا، جس میں کھانا نہیں تھا، جس میں حفاظت کا کوئی انتظام نہیں تھا اور جس میں سر چھپانے کے لیے کوئی چھت موجود نہیں تھی، گھر نہیں تھا، ایسی خطرناک، خوفناک اور سہم ناک وادی میں لے کر گئے لیکن تکمیلی مرحلے میں امام حسینؑ نے صرف ایک بی بی کو ساتھ نہیں لیا بلکہ پورا کنبہ ساتھ لیا، اپنی ازواج، ہمشیرگان، اپنی بیٹیوں اور اپنے بیٹوں کو ساتھ لیا، سب کو ساتھ لیا۔ اپنے خاندان کا ایک فرد بھی امامؑ نے پیچھے نہیں چھوڑا نہیں، فروگذاشت نہیں کیا کہ کسی بھی وجہ یا مجبوی کی وجہ سے بھی رہ جائے۔ امامؑ کو معلوم تھا کہ یہاں قتلِ عام ہوگا۔ امام علیہ السلام نے شروع میں اور آغاز میں ہی فرمایا تھا کہ میں جہاں بھی جاؤں، کسی بل میں بھی گھس جاؤں، یہ وہاں سے بھی مجھے نکال کے قتل کر دیں گے:

**لَوْ كُنْتُ فِيْ جُحْرِ هَامَّةٍ مِنْ هَوَامِّ الْاَرْضِ لَاسْتَخْرَجُوْنِيْ مِنْهُ حَتّٰى يَقْتُلُوْنِيْ**......[1]

اگر میں ڈسنے والے جانوروں کے بل میں ہوتا تب بھی یہ مجھے وہاں سے نکال کر قتل کر دیتے......

---

[1]......(بحار الانوار -العلامة الشيخ محمد باقر المجلسیؒ، الجزء ٤٥، صفحه ٩٩) (العوالم، الامام الحسینؑ - الشيخ عبدالله البحرانیؒ، الجزء ١٧، صفحه ٣٢٣)

اس کے باوجود ساری نسل لے کر امامؑ کربلا پہنچے۔ اگر کسی کو پیچھے چھوڑنا ہوتا تو اپنا ایک بیٹا چھوڑ کے جاتے، یہ سوچ کر کہ کم از کم میری نسل تو باقی رہے، اگر مجھے اور میری اولاد کو شہید کر دیا جاتا ہے تو میرا ایک بیٹا ایسا باقی رہے، اس حد تک بھی اہتمام نہیں کیا۔

حضرت ابراہیمؑ کی ایک زوجہ سارہ تھیں اور ایک ہاجر تھیں، ہاجر سارہ کی کنیز تھیں جو انہوں نے آزاد کر کے حضرت ابراہیمؑ کو دے دی تھیں اور پھر حضرت ابراہیمؑ نے ان سے ازدواج کی اور انہی سے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام پیدا ہوئے اور بعد میں سارہ سے حضرت اسحاقؑ پیدا ہوئے۔ امام حسینؑ نے ایسی تقسیم نہیں کی۔ تمام خاندان ساتھ لیا چونکہ یہ تکمیلی مرحلہ ہے جبکہ وہ آغازین مرحلہ تھا۔ جس طرح علامہ اقبالؒ نے فرمایا ہے کہ

غریب و سادہ و رنگیں ہے داستانِ حرم
نہایت اس کی حسین، ابتدا ہے اسمٰعیل......[1]

یہ تکمیلی مرحلہ ہے اور تکمیلی مرحلہ محض علامتی عمل سے طے نہیں ہونا تھا بلکہ تکمیلی مرحلہ حقیقی مناظر سے انجام پانا تھا تاکہ مکمل ہو جائے اور باقی پیچھے کچھ نہ رہے۔ ابراہیمیؑ طرزِ حیات حسینیؑ طرزِ زندگی بن جائے۔ امام حسینؑ اپنا کنبہ اس مقصد کے لیے لیکر گئے کہ ہر وہ چیز جو حضرت ابراہیمؑ کے مدنظر تھی اسی کے حصول کیلئے امام حسینؑ نے قیام کیا۔ کربلا کی دشوار وادی منزلِ ابراہیمؑ سے بہت زیادہ دشوار تھی۔ منزلِ ابراہیمیؑ میں بچے کو پیاس لگی تو پانی نکل آیا لیکن منزلِ حسینیؑ میں ایسا نہیں ہوا۔ منزلِ ابراہیمیؑ میں آگ میں ڈالا گیا اور وہ آگ بجھ گئی اور ٹھنڈی ہو گئی لیکن کربلا میں خیامِ حسینیؑ میں آگ ٹھنڈی نہیں ہوئی۔ اسی طرح جب خنجر گلوئے حضرت اسمٰعیلؑ پہ پہنچا تو امتحان مکمل ہو گیا، ابراہیمؑ نے یہ امتحان کا مرحلہ کامیابی کے ساتھ طے کر لیا لیکن امام حسینؑ کی اولاد اور آپ کی ذات پر جب خنجر گلے پہ چلا تو

---

[1]......(بالِ جبریل-علامہ اقبالؒ،صفحہ ٦٧)

وہ رکا نہیں، کوئی اور متبادل قربانی پیش نہیں ہوئی:

**اللہ اللہ بای بسم اللہ پدر**

**معنی ذبحِ عظیم آمد پسر**......[1]

اس لیے چونکہ یہ تکمیلی مرحلہ تھا، اس تکمیلی مرحلے میں علامتی کام نہیں تھا بلکہ سب کچھ حقیقی معنیٰ میں تھا، جو کچھ حضرت ابراہیمؑ سے نامکمل رہ گیا وہ سب کچھ یہاں پر مکمل ہونا تھا، اپنی تکمیل کو پہنچنا تھا۔ علامہ اقبالؒ نے اسی حقیقت کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا:

**سرّ ابراھیمؑ و اسمٰعیلؑ بود**

**یعنی آن اجمال را تفصیل بود**......[2]

اسی لیے خداوند تبارک وتعالیٰ نے امام حسین علیہ السلام کو بشر کی امامت کے لیے خلق فرمایا یعنی تمام انبیاءؑ کی امامت، تمام انبیاءؑ کی دیانت، تمام انبیاءؑ کی رسالت کی تکمیل کے لیے خداوند تبارک وتعالیٰ نے امام حسینؑ کو مقرر فرمایا اور امام حسینؑ نے اس کو موفقیت کے ساتھ، سرخروئی کے ساتھ انجام دیا۔ اور پھر خداوند تبارک وتعالیٰ نے اس اسوہ کو آنے والی بشریت کے لیے، قیام تک کے لیے ایک نمونہ مقرر کر دیا۔

## کربلا قبلۂ عشاق

یہ بات پہلے تفصیل کے ساتھ بیان ہو چکی ہے۔ ایک مکمل عشرۂ محرم اس موضوع کے اوپر موجود ہے، ویسے تو ہر مجلس اور ہر گفتگو میں اس کی طرف اشارہ ہوتا ہے، بعض میں مفصل اور بعض میں مجمل، لیکن اس عنوان پر تفصیلی گفتگو "عاشورہ بعنوانِ مکتب" میں ہوئی ہے کہ کیوں ائمہ اطہار علیہم السلام نے تمام معصومینؑ کے

---

1......(رموزِ بیخودی-علامہ اقبالؒ)

2......(رموزِ بیخودی-علامہ اقبالؒ)

باوجودفقط زیارتِ امام حسینؑ پرتاکید فرمائی ہے،خود معصومین علیہم السلام زائرِ حسینؑ بھی بنے ہیں اور زیارتِ امام حسین علیہ السلام کی بہت زیادہ تاکید فرمائی ہے، بایں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت سب سے افضل زیارت ہے، امیر المومنین علیہ السلام کی زیارت افضل زیارت ہے، جنابِ سیدہ طاہرہ سلام اللہ علیہا کی زیارت افضل زیارت ہے، اسی طرح سے دیگر ائمہ اطہار علیہم السلام لیکن اگر ہم منابعِ دین میں دیکھیں، روایات اور احادیثِ معصومین علیہم السلام میں دیکھیں تو زیارتِ امام حسینؑ ایک الگ باب ہے، معمول کی زیارات کا حصہ نہیں ہے۔

امام حسینؑ کی شخصیت اور مقام الگ اہمیت اور منفرد حیثیت سے بیان ہوا ہے۔ خطیبوں نے اس کو مخلوط کر دیا ہے، عام زیارات کے ساتھ اس کو جوڑ کر ایک عمومی فلسفۂ زیارت کے تحت، ثواب والی زیارت کے طور پر اس کو تبدیل کر دیا ہے۔ باقی زیارات جیسے روضۂ اطہرِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت اجر و ثواب کے لیے ہے اور اس کی بہت زیادہ فضیلت ہے، حقیقت میں اس کی عظیم فضیلت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنا بھی فرمانا ہے کہ جو میرے روضے اور میری قبر کی زیارت کے لیے آئے گا اس کے لیے اللہ کے نزدیک بہت عظیم مقام ہے، اس کے گناہ معاف ہو جائیں گے، یہ اجر و ثواب کی زیارت ہے۔ دیگر معصومینؑ کی زیارات بھی اسی طرح سے ہیں۔ لیکن امام حسین علیہ السلام کی زیارت حج کی مانند ہے، حج کے میزان پر ہے، حج کا متبادل نہیں ہے بلکہ حج کی تکمیل ہے، حج کا تتمہ ہے۔

## قیامِ سبطِ اصغر، تفسیرِ حجِ اکبر

یعنی وہ عمل جو حج میں علامتی طور پر ہوتا ہے وہ عمل کربلا میں حقیقی طور پر ہوتا ہے۔ جس طرح حج نقشِ قدم ہے حضرت ابراہیمؑ اور آپ کے خاندان کا اسی طرح کربلا نقشِ قدم ہے امام حسینؑ اور آپ کے خاندان کا۔ وہاں فرد تین تھے اور قدم تین تھے جبکہ یہاں پر فرد بہتر (۷۲) ہیں اور قدم بہتر ہیں اور ہر کردار حقیقی ہے علامتی نہیں ہے۔ ہر کردار حقیقت میں اس منزل سے گزرا جس سے حضرت ابراہیمؑ

کو روک دیا گیا، وہاں تک نہیں جانے دیا گیا لیکن کربلا میں یہ سب کردار اپنی اس آخری منزل، آخری حد تک پہنچائے گئے ہیں۔ اس لیے حج کی حقیقت کو سمجھنے کے لیے کربلا کی زیارت ضروری ہے۔ زیارتِ امام حسینؑ کی روایات میں دیکھیں تو زیارت کا سب سے افضل دن یومِ عرفہ ہے۔ کچھ دیندار اور کچھ علماء اس قسم کی روایات میں جب آتے ہیں تو یہاں پر ان کا ذہن تردید کا شکار ہو جاتا ہے کہ شاید یہ روایت ٹھیک نہیں لگتی کیونکہ یہ تو حج کے مقابلے میں ہے۔ ۹ ذی الحجہ روزِ عرفہ ہے، ۹ ذی الحجہ مکہ میں اور میدانِ عرفات میں حاضر ہونے کا دن ہے تو حج کی بجائے کربلا میں کیوں بلایا گیا ہے؟ خصوصاً جب مخالفین، معاندین نامعقول قسم کے شبہات وارد کرتے ہیں تو کمزور شیعہ اور کمزور مومن ان کا جواب نہیں دے سکتے، وہ عموماً تردید کر دیتے ہیں کہ یہ واقعہ ایسا ہوا ہی نہیں ہے۔ بعض نے یہ کام کیا ہے، بعض متدین لوگوں نے اور علماء نے جن روایات میں عرفہ کے دن زیارتِ سید الشہداءؑ کی فضیلت ہے انہوں نے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے۔

عزیزان! یہ روایات درحقیقت روحِ حج بیان کر رہی ہیں۔ امام حسین علیہ السلام نے حج سے اپنے قیام کا آغاز کیا اس کے اندر بہت گہرا نکتہ ہے۔ حج قیام کا موقع ہے۔ امامِ عصر عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف بھی حج سے اپنے قیام کا آغاز کریں گے، مکہ اور کعبہ سے اپنے قیام کا آغاز کریں گے۔ امام حسینؑ نے بھی کعبہ سے اور مکہ سے اپنے قیام کا آغاز کیا ہے۔

## کعبہ حسرتِ حجِ ابراہیمیؑ میں، کربلا حسرتِ قیامِ حسینیؑ میں

اگر انسان حقیقتِ حج کو نہ سمجھے تو حج محض ایک رسم بن جاتی ہے جیسا کہ اس وقت ہے اور کربلا بھی رسم بن جاتی ہے جیسا کہ اس وقت بنی ہوئی ہے۔ مسلمانوں کے اندر کربلا رسمِ سوگ اور غم ہے اور حج رسمِ ثواب اور محض ایک رسمی عبادت کے طور پر بجا لایا جاتا ہے جس کے انجام دینے کے بعد حاجی

کے اندر صفاتِ ابراہیمیؑ، کردارِ ابراہیمیؑ وطرزِ ابراہیمیؑ دور دور تک نظر نہیں آتے۔ بہت سارے لوگ حج کر چکے ہیں، ایسے مومنین کی بڑی اکثریت نے حج ادا کیا ہوا ہے جن کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے توفیق واستطاعت نصیب ہوئی ہے۔ اور کچھ ایسے صاحبانِ توفیق ہیں جو حج کے ساتھ ساتھ زیارات سے بھی مشرف ہوئے ہیں، حج وزیارات کو اپنے لیے بڑا اعزاز سمجھتے ہیں اور حقیقت میں یہ اعزاز ہے لیکن ان دونوں طبقات کی زندگیوں میں جائزہ لیں تو زائرین کی زندگیوں میں طرزِ حسینیؑ اور حاجیوں کی زندگی میں طرزِ ابراہیمیؑ دیکھیں تو دور دور تک اس کا کوئی شائبہ نظر نہیں آتا۔ چونکہ اجروثواب کے لیے اور اجرت کے لیے حج کرنے جاتے ہیں، حج پر ابراہیمیؑ مشق کرنے کے لیے نہیں جاتے اور زیارت پر بھی حسینیؑ مشق کرنے کے لیے نہیں جاتے بلکہ ثواب واجر کے لیے جاتے ہیں۔ امام حسین علیہ السلام نے جب قیام فرمایا تو اس قیام کے دوران ایسے کتنے لوگوں تک ثواب پہنچایا جو امامؑ کے ساتھ نہیں آئے، امامؑ سے التماسِ دعا کی اور امامؑ نے ان کے لیے دعا کی، یا امامؑ سے انہوں نے کوئی مشورہ مانگا اور امامؑ نے انہیں بہت ہی خوبصورت مشورہ دیا اور انہیں اس طرح سے دنیوی اور اخروی اجر تک پہنچا دیا، اجر لوگوں تک پہنچا دیا لیکن مومن امام حسینؑ کے ساتھ چل کر اپنی منزل تک نہیں پہنچ سکا۔

حاجی روحِ ابراہیمیؑ سے کیوں محروم ہوتا ہے اور زائر وعزادار روحِ حسینیؑ سے کیوں محروم ہوتا ہے؟ عملی زندگی میں حسینیؑ کردار اور حسینیؑ سیرت سے کیوں بے بہرہ ہوتا ہے؟ اس لیے کہ حاجی اور زائر دونوں محض رسم بجالاتے ہیں، رسمِ اذاں کی طرح فقط رسمِ حج اور رسمِ زیارت بجالاتے ہیں۔ رسم سے انسان کے احساسات کو تسکین ملتی ہے۔ بارہا یہ راز عرض کیا ہے کہ رسومات کیوں مقبول ہوتی ہیں؟ رسومات میں لوگوں کو کیا ملتا ہے؟ اتنا خرچہ کرتے ہیں، وقت دیتے ہیں، دلچسپی لیتے ہیں اور رسومات کیلئے اتنا اہتمام کرتے ہیں، فقط رسومات بجالانے کا فائدہ کیا ہوتا ہے؟ دنیوی واخروی کیا فائدہ ہوتا ہے؟

## عزمِ براہیمی و رزمِ حسینی رسمِ طواف و عزاء کیسے بنے؟

رسومات کا فائدہ یہ ہے کہ انسان کے اندر جذبات اور احساسات ہیں، ان احساسات کو رسومات تسکین دیتی ہیں اور یہ انسان کی نفسیاتی ضرورت ہے کہ جو چیز انسان کے جذبات اور انسان کے احساسات کو تسکین دے انسان اس سے پرسکون ہوجاتا ہے اور نفسیاتی طور پر مطمئن ہوجاتا ہے۔ مثلاً کسی روتے ہوئے بچے کے سر پہ آپ ہاتھ پھیریں، اس کو تھوڑا سا دِلاسا دیں اور پیار کریں تو فوراً چپ ہوجاتا ہے اور آپ کے ساتھ مانوس ہوجاتا ہے۔ جبکہ آپ نے اس کو مادّی لحاظ سے کچھ بھی نہیں دیا، اس بچے کو پیسے دیئے، کھانا نہیں دیا، کچھ بھی نہیں دیا فقط شفقت کا ہاتھ اس کے سر پھیر کر اس کے مجروح احساسات کو تسکین دی ہے جس کے نتیجے میں وہ فوراً چپ ہوجاتا ہے۔ اسے آخرت کے لیے بھی کچھ نہیں ملا اور دنیا کے لیے بھی کچھ نہیں ملا۔ فقط نفسیاتی تسکین ملی ہے۔ رسومات کا بھی یہی فائدہ ہے کہ جب انسان کوئی دینی یا دنیوی رسم بجالاتا ہے تو اس کے نتیجے میں انسان کے اندر ایک احساساتی تسکین پیدا ہوجاتی ہے جس سے انسان بہت خوش ہوتا ہے اور احساس کرتا ہے کہ میں نے کوئی مفید کام کیا ہے۔

رسوماتی حج، زیارت اور عزاداری میں تسکینِ احساسات کی حد تک حاجی، زائر اور عزادار ضرور آئے ہیں، تسکینِ احساسات سے آگے نہیں بڑھے، آگے بڑھ کر طرزِ ابراہیمیؑ، کردارِ ابراہیمیؑ، سیرتِ ابراہیمیؑ، اندازِ ابراہیمیؑ اپنی زندگی میں نہیں اتارا ہے۔ اگر موجودہ زمانے میں ایسا حاجی موجود ہے تو مجھے بتائیں اور میری غلط فہمی کو دور کریں، میں خود اس کی زیارت کے لیے جاؤں گا اور دیگر لوگوں سے بھی کہوں گا کہ کعبہ جانے سے پہلے اس حاجی صاحب کی زیارت کر کے جاؤ، چونکہ یہ جب سے حج کر کے آیا ہے اس وقت سے اس کی زندگی ابراہیمیؑ زندگی بن گئی ہے، اس کی زندگی میں کردارِ ابراہیمیؑ آ گیا ہے، واقعاً کعبہ کی طرح اس کی زیارت کا بھی اجر ہوگا۔

اور آپ بتائیں کہ ایسا حاجی کسی ملک میں ہے؟ پاکستان میں یا پاکستان سے باہر کسی ملک میں

موجود ہے؟ جو حج سے واپس آنے کے بعد ابراہیمیؑ بن گیا ہو۔ مقامِ ابراہیمؑ پہ کھڑا ہوا ہے چونکہ اس نے مقامِ ابراہیمؑ کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھی ہے، اس نے طواف کیا ہے یعنی وہ راستہ جو حضرت ابراہیمؑ نے توحید کے گرد طے کیا تھا اس نے بھی اسی طرح سے کعبہ کے گرد سات چکر لگائے ہیں اور ہاجر کے نقشِ قدم پہ بھی چلا ہے، سات دوڑیں صفا و مروہ کی لگائی ہیں، پھر ابراہیمؑ کے طریقے پر شیطان کو کنکریاں ماری ہیں، قربانی کے طور پر جانور ذبح کیا ہے، سر منڈوایا ہے، سارے ابراہیمیؑ کام کر کے آیا ہے۔ اب اس کی زندگی میں کتنا فرق پڑا ہے؟ کیا ابراہیمیؑ رنگ اس کی زندگی میں آیا ہے؟ کیا حج سے واپس آ کر شرک سے بیزار ہو گیا ہے؟ اپنے آذر چچا سے یا آذر باپ سے بیزار ہو گیا ہے؟ اپنے گھر کے اندر مشرک موجود ہے کیا اس مشرک کو کچھ کہا ہے؟ کیا اس سے دوری اختیار کی ہے؟ اپنے محلے میں اور اپنے شہر میں بت کدہ ویران کیا ہے؟ کوئی بت توڑا ہے، کوئی بت شکنی کی ہے؟ کسی شرک کے مظہر کو مسمار کیا ہے؟

## ابراہیمیؑ روح کے بغیر طواف چکّر ہے حج نہیں ہے

اگر ایسا کوئی ایک کام بھی نہیں کیا تو یہ حج کر کے نہیں آیا۔ جیسا کہ امام سید الساجدین علیہ السلام نے جب شبلی سے پوچھا:

**حَجَجْتَ يَا شَبْلِيُّ ؟**......[1]

اے شبلی! کیا تو نے حج کر لیا ہے؟

کہنے لگا: جی! اے ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ پھر امام سید الساجدین علیہ السلام نے اس سے پوچھنا شروع کیا کہ احرام باندھا تھا؟ تو کہنے لگا جی باندھا تھا۔ امامؑ نے پوچھا، لبیک کہی تھی؟ کہا جی لبیک کہی تھی۔ امامؑ نے پوچھا اس کے بعد طواف کیا تھا؟ کہا جی طواف بھی کیا تھا۔ کیا صفا و مروہ میں سعی کی تھی؟ کہنے لگا

[1]......(مستدرك الوسائل ومستنبط المسائل۔ المحدثين الحاج ميرزا حسين النوری الطبرسیؒ، الجزء ١٠، ص: ١٦٦)

میں نے صفا و مروہ میں سعی بھی کی تھی۔ ہر وہ عمل جو امامؑ پوچھتے گئے تو وہ جواب ہاں میں، مثبت جواب دیتا گیا کہ میں نے یہ انجام دیا ہے۔ اور پھر امامؑ نے فرمایا کہ جب تو احرام باندھ رہا تھا تو یہ نیت کی تھی کہ میں لباسِ معصیت اتار کے، لباسِ شرک اتار کے، لباسِ توحید اور لباسِ اطاعت زیبِ تن کر رہا ہوں۔ اس نے جواب دیا کہ نہیں، یہ نیت تو میں نے نہیں کی۔ میں تو صرف قمیض اتاری اس کی جگہ پر تولیہ لپیٹ لیا، میں نے تو صرف اتنا کام کیا ہے۔ ایسے جب لبیک کہا تو دل میں یہ نیت تھی؟ اسی طرح طواف، سعی و دیگر مقامات و مواقف میں اور مقامِ ابراہیمؑ پر کھڑے ہو کر نماز میں یہ نیت کی تھی؟

جب اس نے ہر ایک کا نفی میں جواب دیا تو امام علیہ السلام نے فرمایا:

**لَا تَقَرَّبْتَ ارْجِعْ فَاِنَّکَ لَمْ تَحُجَّ**......[1]

تو نے قربِ خدا حاصل نہیں کیا، پس تو نے حج نہیں کیا۔

تیرا حج نہیں ہوا۔ جب تیرے اندر روحِ ابراہیمی آئی ہی نہیں ہے تو تیرا حج کیسا؟

حضرت ابراہیمؑ نے جب سے لباسِ اطاعت زیبِ تن کیا اور حرمِ خدا میں قدم رکھا تو پھر کسی قدم پر حضرت ابراہیمؑ نے فرمانِ خدا کو نظر انداز نہیں کیا۔ حاجی اللہ تبارک وتعالیٰ کے کتنے فرمان نظر انداز کرتا ہے۔ اپنے گھر میں، اپنی دوکان پہ، اپنے روزمرہ کے معاملات میں، خاندان میں، قوم میں، ملک میں ہر روز سینکڑوں فرمان اللہ کے پائمال کر کے پھر بھی حاجی بنتا ہے۔

## رہ گئی رسمِ عزاء رزمِ حسینیؑ نہ رہی

عزادارِ امام حسینؑ اور زائرِ امام حسینؑ کے اندر کون سا حسینیؑ رنگ آیا ہے؟ کیا اس نے امام حسینؑ کا انداز، سیرت یا کوئی طرز اپنی زندگی میں آنے دی ہے؟ عزاداری کے بعد، عشرۂ محرم گزرنے کے بعد، ماہِ محرم

[1]......(مستدرك الوسائل ومستنبط المسائل۔المحدثين الحاج ميرزا حسين النورى الطبرسیؒ، الجزء ١٠، ص:١٧٢)

گزرنے کے بعد اور پھر زیارتِ سید الشہداءؑ سے مشرف ہونے کے بعد کیا اس کے اندر کوئی تبدیلی آئی ہے؟ یا تسکینِ جذبات و تسکینِ احساسات کے لیے فقط رسم بجالائی ہے لیکن اپنی زندگی میں حسینؑ کو اور حسینیت کو نہیں آنے دیا۔ کیا آپ کے زمانے میں وہ ساری چیزیں نہیں ہیں جن پر امام حسینؑ کو اعتراض تھا ،اُن میں سے کس چیز پر آج کے عزادار کو اعتراض ہے؟ کیا یزیدیت کربلا میں ختم ہوگئی تھی پھر اس کے بعد یزیدیت کا وجود باقی نہیں رہا؟

آج کی یزیدیت کہیں زیادہ طاقتور ہے اس یزید سے جس کے مقابلے میں امام حسین علیہ السلام نے قیام کیا۔ آج کے زائر و عزادارِ حسینؑ کی زندگی میں اور اس کے اندازِ زندگی میں، سیرت میں کیا امام حسینؑ کی طرح ایک دن بھی گزارا ہے؟ کیا ہم نے فقط ایک دن اپنی ساٹھ سالہ عمر میں صرف ایک دن حسینؑ ابن علیؑ کی طرح گزارا ہے؟ البتہ رسومات ضرور انجام دی ہیں۔ رسومات کے ذریعے تسکین حاصل کی ہے۔ یہ اسوات اللہ تبارک وتعالیٰ نے مقرر فرمائے ہیں۔ اسوۂ حضرت ابراہیمؑ واسوۂ حضرت امام حسینؑ ، یہ تقویٰ کا عملی نمونہ ہیں، یہ مجسم تقویٰ ہے۔ اس سے ہٹ کر تقویٰ محض تخیل ہے۔ اگر ابراہیمیؑ انداز نہیں پیدا ہوا، ابراہیمیؑ نگاہ پیدا نہیں ہوئی تو پھر تو ہّم ہے تدیّن کا دین نہیں ہے۔ اگر حسینیؑ انداز و حسینیؑ طرز ہماری زندگی کی نہیں بنی تو اس صورت میں وہم و خیال ہے دینداری کا، دین سے باہر ہیں، دین سے باہر بیٹھ کر امام حسینؑ کے ساتھ ہمدردی رکھتے ہیں۔

## حماسہ کے بجائے حادثہ دیدگان کو ہمدردی کا پرسہ!

جس طرح اُس زمانے کے لوگوں نے کربلا سے باہر بیٹھ کر اظہارِ ہمدردی کیا۔ بہت سوں نے امام حسین علیہ السلام کے ساتھ اظہارِ ہمدردی کیا۔ جب ان تک خبر پہنچی تو بہت دکھ کا اظہار کیا، بہت زیادہ روئے ،عزاء کی لیکن امام حسینؑ کی تحریک میں امامؑ کے ساتھ شامل نہیں ہوئے۔ کوفہ میں ایسے بہت

سارے لوگ موجود تھے، جب امام حسینؑ ان کو دعوت دے رہے تھے تو وہاں میٹنگ کر کے کوفہ میں ہمدردوں نے باقاعدہ میٹنگ کی، سلیمان ابن صرد کے گھر میں اور مختارِ ثقفی کے ہاں میٹنگ کی اور وہاں پر خطوط لکھنے کا فیصلہ کیا اور پھر خطوط لکھے، بھرمار کر دی خطوط کی، بعض روایات کے مطابق بارہ ہزار اور بعض روایات کے مطابق اٹھارہ ہزار۔ ممکن ہے خطوط اتنے نہ ہوں لیکن افراد اٹھارہ ہزار تھے جن کے باقاعدہ ان خطوط کے اوپر دستخط تھے، امام حسینؑ کو طلب کیا۔ امامؑ نے اپنا رخ کوفہ وعراق کی طرف کیا اور حضرت مسلمؑ کو اپنا سفیر بنا کر بھیجا، وہیں پر کوفیوں کی حقیقت کھل گئی، پول کھل گیا، کوفیت بے نقاب ہوگئی، کوفیت عریان ہوگئی۔ کوفیت چھپی ہوئی تھی تخیلات وتوہمات کے پردے میں، امام حسینؑ نے ان کے نقاب اتار دیئے، امام حسینؑ نے ان کو بے نقاب کر کے یہ بتا دیا کہ یہ ظاہری تدیّن کے پردے میں چھپے ہوئے درندے ہیں، بے وفا ہیں، وحشی ہیں، دھوکا باز ہیں، مکار ہیں، منافق ہیں، اور اس طرح سے وہ رسواء ہوئے۔ پھر اس کے بعد ان تک خبر آئی، کربلا تو نہیں گئے، میدانِ کربلا تو دور تھا، کوفہ میں حضرت مسلم بن عقیلؑ کے ہاتھ پر بیعت کر کے انکا ساتھ ترک کر دیا، اسی ایک دن میں فیصلے بدل لیے، ان کو زیادہ وقت ہی نہیں لگا، حضرت مسلمؑ کو تنہا چھوڑ دیا۔ جب ان کو امام حسینؑ کی شہادت کی خبر ملی تو اس وقت انہوں نے عکس العمل دکھایا؟ فقط روئے۔

کوفیوں نے پہلا گریہ کب کیا؟!

جب اہل بیتؑ اسیر ہو کر کوفہ کے بازاروں سے گزارے جا رہے تھے تو اس وقت ان کے آنسو نکل آئے۔ انہوں نے پہچان لیا، جب انہوں نے اسیرانِ کربلا کو دیکھا تو گریہ کرنے لگے، یہ کوفیوں کا پہلا گریہ تھا امام حسینؑ پر۔ جو بی بی زینب سلام اللہ علیہا کو بہت ہی ناگوار گزرا، ان کا گریہ کرنا بہت ناپسند کیا، چونکہ ان کا یہ رونا بھی مکاری کا رونا تھا۔ اور اس کے بعد تین سال تک کچھ بھی نہیں کیا، امام حسین علیہ السلام کے لیے کچھ بھی نہیں کیا، نہ مجلس کی، نہ عزاداری کی، تین سال تک معمول کی زندگی گزارتے رہے، تین سال گزرنے کے بعد انہیں توبہ کا خیال آیا کہ ہم نے بہت بڑا جرم کیا ہے اور یہ جرم کر کے اس کو پی

گئے، کسی کو احساس تک نہیں ہوا۔ پھر یہی ہمدردوں کے لیڈر سلیمان ابن صرد نے میٹنگ بلائی اور کہا کہ غلطی ہوگئی، جرم ہوا ہم سب سے، لہٰذا اب ہم اس کی تلافی کرتے ہیں لشکر بناتے ہیں اور بنوامیہ کے خلاف قیام کرتے ہیں۔ اور پھر یہ تائبین کے نام سے اٹھے اور ایک ایک کرکے سارے مارے گئے لیکن امام حسینؑ کے ساتھ ان میں سے چند ایک بھی نہیں پہنچے۔

یہ سب کچھ عرض کرنے کا مقصد یہ تھا کہ رسوماتی دین کا انجام یہ ہوتا ہے۔

عزیزان! کیا اس کے بعد کسی کوفہ سے امام حسینؑ کی راہ پر کوئی نکلا؟

امام حسین علیہ السلام نے تو فرمادیا تھا:

**مِثْلِیْ لَایُبَایِعُ مِثْلَهُ**......[1]

مجھ جیسا یزید جیسے کی بیعت نہیں کرے گا۔

تو کیا بعد میں کوئی آیا ایسا سُورما میدان میں جو اپنے زمانے کے یزید سے کہے کہ میں تیری بیعت نہیں کرتا؟ نہیں نظر آتا۔ اس لیے کہ رسومات سے حسینیؑ کردار نہیں بنتا۔

## امامتِ خلیل اللہ کا تسلسل ذریّتِ ابراہیمؑ میں

سر مشق کی مشق کرنے سے انسان کا کردار حسینیؑ کردار بنتا ہے۔ جس طرح رسمِ حج ابراہیمیؑ کردار نہیں بناتی، سرمشقِ ابراہیمیؑ کی مشق سے ابراہیمیؑ کردار بنتا ہے۔ بقول اقبالؒ:

نکل کر خانقاہوں سے ادا کر رسمِ شبیری

[1]......(مثیر الاحزان - ابن نما حلیؒ، جعفر بن محمد، المتوفی: ٦٤٥ھ)(بحار الانوار - العلامة الشیخ محمد باقر المجلسیؒ، الجزء٤٤، صفحه٣٢٥)(سخنان حسینؑ بن علیؑ از مدینه تا کربلا - محمّد صادق نجمی)

کہ فقر خانقاہی ہے فقط اندوہ و دلگیری......[1]

آج کے دور میں ایک انسان ایسا پیدا ہوا جس نے رسمِ حج اور رسمِ عزا کے بجائے سرمشقِ ابراہیمی کی مشق کی اور سرمشقِ حسینی کی مشق کر کے اپنے زمانے کے بت توڑ دیئے، اپنے زمانے کے یزید کو للکارا اور کردارِ ابراہیمی اور رزمِ شبیری کے ذریعے کربلا برپا کی اور امامت کا علم اس زمانے میں لہرا دیا۔ ابراہیمؑ کی طرح استکباری بتوں کو پاش پاش کر دیا، حسینؑ ابن علیؑ کی طرح قیام کیا اور حضرت زینب علیہا سلام اللہ کی طرح یزیدی ایوانوں میں نوائے حق بلند کی۔ اس سورما کا نام روح اللہ خمینیؒ ہے جس نے فرمایا کہ **ما ھر چہ داریم از سید الشھداءؑ داریم**۔ ہمارے پاس جو کچھ ہے سید الشھداءؑ، وارثِ ابراہیم خلیلؑ، امام حسین علیہ السلام کے طفیل ہے۔

اللہ نے ابراہیم خلیل علیہ السلام سے امامت کے نظام کا آغاز کیا، ذریتِ ابراہیم امام حسین علیہ السلام کے ذریعے اس کی تکمیل اور فرزندِ حسینؑ روح اللہ خمینیؒ سے اسکا احیاء کیا۔ آج بھی قافلۂ حجاز حسینؑ کی تلاش میں ہے۔ گیسوئے شام و عراق و لبنان و افغانستان و فلسطین و یمن و کشمیر الجھا ہوا ہے۔

قافلۂ حجاز میں ایک حسینؑ بھی نہیں
گرچہ ہے تاب دار ابھی گیسوئے دجلہ و فرات......[2]

رسمِ عزا سے رزمِ شبیریؑ کی طرف اور ذلت سے عزت کی طرف آنے کے لئے لبیک یا حسینؑ۔

---

[1]......(ارمغانِ حجاز-علامہ اقبالؒ، صفحہ ۴۹)

[2]......(بالِ جبریل-علامہ اقبالؒ، صفحہ ۱۱۵)

فصل دوم

# فقہِ امامیہ میں سیرتِ ائمہ علیہم السلام کا خلاء

## امامت، اللہ کا نظامِ ہدایتِ بشر کیلئے

سید الشہداء علیہ السلام کا قیام تقویٰ کا عظیم منبع ہے۔ امام حسین علیہ السلام امام ہیں، امامِ معصوم ہیں اور امامِ حجت ہیں۔ شیعہ اعتقاد کے مطابق امامِ معصوم اللہ کی طرف سے منصوب ہوتا ہے، اس کا اعلان اور اظہار پہلے امامؑ کے ذریعے سے ہوتا ہے۔ جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امیر المومنین علیہ السلام کی امامت کا اعلان کیا۔ امیر المومنین علیہ السلام نے امام حسن علیہ السلام کی امامت یعنی اللہ کے حکم کا اظہار امام حسن علیہ السلام کے بارے میں امام علی علیہ السلام نے کیا اور امام حسن علیہ السلام نے امام حسین علیہ السلام کی امامت کی تعلیم دی اور فرمایا کہ اللہ کی طرف سے میرے بعد حسین علیہ السلام امام ہیں۔ اس اعتقاد کے مطابق امامِ معصومؑ کا قول و فعل حجت ہے۔

حجت سے مراد یہ ہے کہ امامِ معصومؑ جو کہتے اور کرتے ہیں اس پر عمل کرنا امت پر لازمی ہو جاتا ہے، جس سے امامِ معصومؑ روکتے ہیں اس سے رکنا ضروری ہو جاتا ہے، چونکہ یہ اللہ تبارک تعالیٰ کا حکم ہی ہوتا ہے۔ امامِ معصومؑ جو کہیں اور کریں در حقیقت یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا حکم ہوتا ہے۔ امامِ معصومؑ کا اپنا حکم نہیں ہوتا۔ جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دیگر انبیائے کرام علیہم السلام جو کچھ فرماتے ہیں وہ ان کا اپنا کہنا نہیں ہوتا بلکہ وہ اللہ کا حکم ہوتا ہے اور امت پر لازم ہے ان کے فرمان کو قبول کرنا اور اطاعت کرنا۔

**وَمَا يَنۡطِقُ عَنِ الۡهَوٰى ۝ اِنۡ هُوَ اِلَّا وَحۡىٌ يُّوۡحٰى ۝** ......[1]

اور وہ اپنی خواہشِ نفس سے کلام بھی نہیں کرتا ہے۔ اس کا کلام وہی وحی ہے جو مسلسل نازل ہوتی رہتی ہے۔

شیعہ اعتقاد کے مطابق جانشینی، خلافت و نیابتِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں امامِ معصومؑ کی بھی وہی حیثیت

---

[1] ......(سورۃ النجم، آیہ ۴-۳)

ہوتی ہے۔ وہ نبی نہیں ہوتے، ان پر وحی نازل نہیں ہوتی لیکن ان کے پاس امت کی ہدایت کیلئے وہی اختیارات ہیں جو اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ یا دیگر انبیاءؑ کیلئے مقرر فرمائے ہیں۔ یعنی ان کی اطاعت بھی اولی الامر ہونے کی حیثیت سے اور وحی ہونے کے عنوان سے لازم و واجب ہے۔

## ضعیف روایات پر قائم مذاہب؟

شرعی و فقہی احکام سب قولِ معصومؑ اور فعلِ معصومؑ سے استنباط کئے جاتے ہیں۔ کتاب وسنت شریعتِ مقدسہ کا اصل منبع ہے۔ تشیع کے نزدیک قرآن، سنت، اجماع اور عقل چار شرعی منابع ہیں۔ لیکن عقل اور اجماع کتاب وسنت کی طرف پلٹتے ہیں اور نہایتاً سنت کا مرجع بھی کتابِ خدا ہے۔ ائمۂ ہدیٰ علیہم السلام نے فرمایا ہے کہ وہ روایت وحدیث جو لوگوں تک پہنچے اور قرآن کے مخالف ہو تو اسے قبول نہ کرو، اسے دیوار پہ دے مارو، اسے آگے بھی نقل نہ کرو، یقین جان لو کہ وہ جھوٹی ہے اور کذب ہے، اس پر عمل بھی نہ کرو اور اسے تکرار بھی نہ کرو، اسے کتابوں میں بھی نشر نہ کرو۔

لیکن اس کے باوجود افسوس ناک بات یہ ہے کہ ضعیف روایات سے کتابیں بھری ہوئی ہیں اور کسی نے روایات کا تصفیہ نہیں کیا، کسی نے ایسی ریفائنری نہیں لگائی جو روایات کو ریفائن کرے۔ آیاتِ قرآن کو ریفائن کی ضرورت نہیں ہے چونکہ وہ ساری کی ساری اللہ ہی کی ہیں۔ جو کچھ بھی قرآن میں ہے وہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے۔ لیکن روایات کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے بھی فرمایا کہ ان میں جھوٹ اور من گھڑت بھی ہیں، اس لیے ان کو ریفائن کرنے کی ضرورت ہے لیکن یہ ریفائنری عموماً مذاہب نہیں لگاتے، چونکہ اس سے روایات کا حجم کم ہو جاتا ہے، ان کی گنتی کم ہو جاتی ہے، اس وجہ سے انہیں چھیڑتے ہی نہیں ہیں اور ضعیف روایات زیادہ نقل کی جاتی ہیں، ضعیف روایات کا چرچا زیادہ کرتے ہیں، مستند روایات کو سینسر کرتے ہیں چونکہ ان سے ان کو مزہ نہیں آتا اور لطف نہیں آتا۔

## ایک طالبعلم مذہب کے اندر سیرت کی تلاش میں

قولِ معصومؑ اور فعلِ معصومؑ حجت ہے یعنی اس سے حکمِ خدا استنباط کر سکتے ہیں، مجتہد اور فقیہ کے پاس منبع کے طور پر موجود ہے۔ اب یہاں پر ایک سوال پیدا ہوتا ہے اور یہ آج کا نہیں بلکہ آغازِ طالب علمی میں ہی یہ سوال ذہن میں آیا دیگر کئی سوالات کی طرح اور وہ یہ ہے کہ ہماری فقہ میں، ہمارے نظامِ فقاہت واجتہاد میں سیرت سے کیوں استنباط نہیں کیا جاتا۔ ایک طالب علمانہ سوال ہے، یہاں پر ایک بڑی مشکل یہ ہے کہ انسان کی سوچ میں اگر جوانی اور نوجوانی میں ہی سنجیدگی آ جائے تو اس سے بڑی مشکل میں پڑ جاتا ہے۔ خوشحال وہ جوان ہیں کہ جن میں بوڑھے ہونے تک سنجیدگی نہیں آتی، ان کے لیے ہر روز عید کا دن ہوتا ہے۔ لیکن اگر کسی انسان میں بہت ابتدائے زندگی میں سنجیدگی آ جائے تو اس کی وجہ سے اس کے لیے ہر روز عذاب کا ہوتا ہے۔

یہ سوال ابتدائے طالب علمی میں ذہن میں آیا کہ کسی جگہ، کسی فقہی کتاب میں سیرت کو دلیل کے طور پر استعمال نہیں کیا گیا، اقوال کو ذکر کیا گیا ہے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اور نہ ہی ائمہ اطہار علیہم السلام کی سیرت کسی فقہی فتویٰ کا مبنیٰ اور بنیاد نہیں ہیں، اور طالب علم کے ذہن میں جب سوال آتا ہے تو اس کے اندر یہ خوف ہوتا ہے کہ اس طرح کا سوال بزرگوں پر گراں گزر سکتا ہے اور کوئی بھی ردِعمل دکھا سکتے ہیں خصوصاً جب رائج روش کو تقدس بھی حاصل ہو۔ بہرکیف اندر دبا ہوا ایک سوال تھا، کبھی کبھی اساتید سے گھما پھرا کے پوچھا جاتا تھا لیکن کوئی خاص وضاحت نہیں ہوتی تھی، شاید میں یہ سوال ہی نہیں سمجھا پاتا تھا، اصل کمزوری یہ تھی۔

## علامہ مرتضیٰ عسکریؒ سیرت کا سراغ رساں محقق

تا اینکہ ایک مجلس میں علامہ مرتضیٰ عسکری رحمۃ اللہ علیہ کا سامنا ہوا جن کی بہترین تحقیقی کتابیں

ہیں اور بہت اعلیٰ علمی ذخیرہ موجود ہے۔ یہ وہ محقق ہیں کہ جنہوں نے اپنی تحقیق سے ایک سو پچاس من گھڑت صحابی تحقیق کے ذریعے ثابت کیا ہے کہ ان میں کوئی ایک صحابی موجود نہیں تھا اور اسی محقق نے عبداللہ ابن سبا کے بارے میں تحقیق سے ثابت کیا کہ یہ محض ایک افسانہ ہے، یہ افسانہ ایک شخص نے گھڑا ہے، اس کا اپنا تخیل ہے، عبداللہ ابن سبا نامی کوئی شخص تاریخ میں پیدا ہی نہیں ہوا، کسی ماں نے یہ بچہ جنم نہیں دیا۔ یہ جھوٹ ایک شیعہ مخالف، متعصب ناصبی نے جنم دیا ہے، عبداللہ ابن سبا اس کی کوکھ سے پیدا ہوا ہے، البتہ اس کے پیٹ کی کوکھ سے نہیں بلکہ اس کے دماغ کی کوکھ سے پیدا ہوا ہے اور اس نے یہ نام گھڑا ہے۔ اور اسی طرح سے ان کی ایک کتاب مَعَالِمُ المَدرَستَین، محقق علامہ عسکریؒ کی بڑی ارزشمند کتابیں ہیں۔

علامہ مرتضی عسکریؒ تہران میں مقیم تھے، قم المقدسہ تشریف لائے، ظاہراً غیر ملکی طلاب کا ہی پروگرام تھا بلکہ شاید پاکستانی طلاب کا سیمینار تھا۔ انہوں نے اس سیمینار میں تقریر کی اور ضمن میں اپنی تحقیقی زندگی کی تاریخ ذکر کی کہ میں نے کس مقصد کے لئے تحقیق شروع کی اور کہاں جا پہنچا؟ وہ بتا رہے تھے میں نے تحقیق یہاں سے شروع کی کہ میرے ذہن میں یہ سوال آیا کہ معصومینؑ کی سیرت ہماری فقہ کا منبع کیوں نہیں ہے؟ یہ سن کر میں تن گوش ہوا کہ آخر جس کی جستجو تھی وہ راز کھل رہا ہے۔ سالہا سال سے یہ دبا ہوا سوال ذہن میں تھا، کبھی کبھار اس کو گول مول کر کے اساتید سے پوچھا جاتا تھا لیکن کہیں سے قانع کنندہ جواب موصول نہیں ہوتا تھا۔ ناگہاں بغیر پوچھے اتنے بڑے محقق سے، استاد سے سوال کا جواب مل رہا تھا۔

انہوں نے فرمایا کہ میں نجف میں تھا اور میرے ذہن میں یہ سوال آیا کہ ہماری فقہ یعنی امامیہ فقہ میں معصومینؑ کی سیرت کیوں منبعِ فقہ نہیں ہے؟ یعنی کوئی مجتہد اور فقیہ سیرت کو بنیاد قرار دیکر فتویٰ نہیں دیتا، اقوال، احادیث اور روایات کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں لیکن کسی امامؑ کا طرزِ عمل اور اقدام فتویٰ کا منبع نہیں۔ علامہ عسکریؒ نے فرمایا میں نے اس کی تحقیق شروع کر دی، سیرت اور تاریخ میں۔ چونکہ سیرت کے لیے مجھے تاریخ پڑھنا تھی تا کہ فقہ کا یہ ناقص باب اور یہ ادھورا کام میں مکمل کر دوں،

اللہ سے دعا کی کہ مجھے توفیق دے اور میں تمام ابوابِ فقہ میں سیرت کے مطابق فتاویٰ کا اضافہ کروں۔لیکن وہ فرماتے ہیں کہ جب میں نے تاریخ پڑھنا شروع کی تو تاریخ میں مجھے کچھ اور ہی چیزیں نظر آئیں، بہت عجیب وغریب چیزیں سامنے آئیں تو میں سیرت بھول گیا اور جو مجھے تاریخ کے اندر نظر آیا اس نے میری توجہ جذب کر لی، تاریخ میں کیا تھا؟

فرمایا کہ تاریخ کیسے لکھی گئی اور کنہوں نے لکھوائی ہے؟ تاریخ زیادہ تر بنوامیہ کے زمانے میں لکھی گئی ہے اور اس کے بعد بنوعباس نے لکھوائی ہے۔جیسے آج میڈیا حکومت کے اختیار میں ہے۔حکومت کی تعریفیں کر رہا ہے، اپوزیشن کے اوپر حملے کر رہا ہے، مخالفین کو چور، ڈکیت، کرپٹ اور جانے کیا کیا ثابت کر رہا ہے۔بنوامیہ اور بنوعباس یہی کام کرتے تھے، اہل بیتؑ کو اپوزیشن بنایا ہوا تھا اور اپنے اقتدار کے تحفظ کے لیے خطبے دلواتے تھے، اہل بیتؑ کی بے حرمتی کرتے اور شان کم کرتے تھے، بنوامیہ حد سے زیادہ ظلم کرتے تھے جبکہ بنوعباس نے ایک اور طریقے سے یہی کام کیا، بہرکیف اہل بیتؑ کے ساتھ اپوزیشن والا سلوک کیا اور تاریخ میں جعلیات، جھوٹ، افتراء، کذب، من گھڑت افکار، من گھڑت راوی، من گھڑت حدیثوں اور روایات کی بھرمار کر دی۔

علامہ عسکریؒ نے فرمایا کہ یہ سب جب میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تو میں گھبرا گیا کہ یہ کیسی تاریخ ہے؟ تب سیرت بھول گیا اور میں نے ایسے موضوعات میں دلچسپی لینا شروع کر دی جو میری کتابوں میں آج موجود ہیں۔انہوں نے فرمایا کہ اس وقوعہ کی بناء پر تاریخ نے مجھے اپنی طرف کھینچ لیا جبکہ میں تو سیرت کی نیت سے تاریخ کی طرف گیا تھا۔

## دل امام حسینؑ کے ساتھ فتوے امام حسینؑ کے خلاف

بہرکیف سیرت کا موضوع مہجور ومتروک ہے۔سیرت عمومی طور پر اور امام حسینؑ کی سیرت

خصوصی طور پر، کربلا کا قیامِ مقدس تشیع کے نزدیک سب سے زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔شیعہ جتنی کربلا کو اہمیت دیتے ہیں اتنی کسی اور چیز کو نہیں دیتے، عام شیعہ ہو یا علماء کربلا ان کیلئے سب سے بڑھ کر ہے۔ علماء میں قدیم علماء ہوں یا موجودہ علماء امام حسین علیہ السلام کو سب سے زیادہ اہمیت دیتے ہیں، دیگر امور سے بڑھ کر۔ روتے ہیں تو امام حسینؑ کے لیے، اہتمام کرتے ہیں تو امام حسینؑ کے لیے لیکن یہی ہستی جن کو اتنی زیادہ اہمیت دیتے ہیں، ان کے لیے روتے ہیں، ان کے لیے عزاء کرتے ہیں، ان کے لیے خرچ کرتے ہیں۔اس کی سب سے بڑی مثال اور ثبوت سالوں سے اربعین کا منظر ہے جو ساری دنیا دیکھتی ہے، بہت ہی بے نظیر و بے مثل اجتماع ہے، کروڑوں لوگ تمام دنیا سے آتے ہیں، عراق سے، ایران سے، پاکستان، ہندوستان اور باقی ممالک سے اور اتنا حسین سماں وہاں پر ہوتا ہے۔ یہ خصوصی اہتمام ہے کسی اور کام کے لیے اتنے زیادہ لوگ نہیں جاتے، کربلا کے لیے لوگ روتے ہیں، تڑپتے ہیں، عقیدت رکھتے ہیں، زیارت کے لیے جاتے ہیں، اہتمام کرتے ہیں، خرچ کرتے ہیں۔ اگر پاکستان میں ہی دیکھیں امام حسینؑ کی مجالس کے لیے بے حساب پیسہ خرچ کیا جاتا ہے جو امام حسینؑ کے نام پر مومنین مال خرچ کرتے ہیں۔

سید الشھداء علیہ السلام نے قیام کیا، یزید کے خلاف جنگ کی، شہید ہوئے لیکن امام حسین علیہ السلام کے ایک اقدام، قیام کے ایک مرحلہ کے مطابق تاریخ میں کسی فقیہ نے فتویٰ نہیں دیا، فقہ کا منبع نہیں بنایا، شریعت کا منبع نہیں بنایا۔آپ کا تو عقیدہ ہے اور امام حسین علیہ السلام پر ایمان ہے، اگر اہل سنت فقیہ امام حسینؑ کے اقدام اور قیام کو حکمِ خدا و سیرتِ امامؑ کو شریعت کا منبع نہیں سمجھتا چونکہ اس کا اعتقاد یہ ہے، امام حسین علیہ السلام کو منصوب من اللہ نہیں مانتا، حجتِ خدا نہیں مانتا، مکرم و محترم مانتا ہے، نواسۂ رسولؐ مانتا ہے، احترام کرتا ہے، عزت کرتا ہے۔لیکن جو حیثیت امام حسین علیہ السلام کو شیعہ دیتے ہیں وہ تو نہیں دیتے۔ اگر شیعہ بھی امام حسین علیہ السلام کے لیے فقط روئیں، زیارت بھی کر لیں، ساری زندگی حسینؑ حسینؑ کریں لیکن امام حسینؑ کے قیام کو فقہ کا منبع نہیں سمجھتے تو شیعہ میں اور اہلِ سنت میں کیا فرق رہ جائے گا۔

## فقہِ امامیہ کو امام حسین علیہ السلام کی طرف پلٹائیں

امام حسین علیہ السلام نے یزید کے خلاف قیام کیا، یہ وجوبِ قیام کا فقہی فتویٰ بنتا ہے یا نہیں بنتا؟ کہ امام علیہ السلام نے یزید کے خلاف، حاکم طاغوت کے خلاف، حاکم ستمگر کے خلاف، ناجائز اور ناحق حکومت کے خلاف قیام کیا، اس کی بیعت سے انکار کیا، اس بیعت کی حرمت پر اس قسم کے ظالم، ستمگر اور طاغوت کے خلاف وجوبِ قیام کا فقہی فتویٰ فقہ امامیہ میں کیوں موجود نہیں ہے؟ اصولی طور پر جو لوگ امام حسینؑ کو حجت اور امامؑ مانتے ہیں ان کے نزدیک یہ فتویٰ ہونا چاہیے۔ ان کی کتاب توضیح المسائل شروع ہی یہاں سے ہو کہ کسی بھی یزید کی بیعت شرعاً حرام ہے اور اس کے خلاف قیام واجب ہے۔ اس لیے کہ امام حسینؑ نے حکم فرمایا ہے اور بیعت سے انکار بھی کیا ہے۔ صرف انکارِ بیعت واجب نہیں ہے۔ بلکہ ہر یزید کے خلاف قیام کرنا، یزید کی حکومت کو سرنگون کرنا اور لوگوں کو یزید کے خلاف تیار کرنا اور دعوت دینا بھی واجب ہے۔ چونکہ امام حسین علیہ السلام نے یہی کام کیا ہے۔ اور اس راہ میں قربانی دینا، اس راہ میں اپنی جان کی قربانی دینا، خاندان کی قربانی دینا سیرتِ امامؑ کی بناء پر لازم ہے، جو کچھ امام حسین علیہ السلام نے ہر قدم پہ کیا ہے احکامِ فقہ کا منبع کیوں نہیں بنا؟

چودہ سو سال سے امام حسینؑ کو فقط رو رہے ہو، لیکن امام حسینؑ کے عمل کو دلیل قرار دے کر فتویٰ نہیں دے رہے۔ پوری تاریخ میں فقط ایک فقیہ نظر آتا ہے جس نے کربلا کو منبعِ شریعت سمجھا، جس نے امام حسین علیہ السلام کو اپنا امام سمجھا، اپنے اوپر حجت سمجھا، حجتِ خدا سمجھا، امام حسین علیہ السلام کے اقدام کو فقہی مبنیٰ بنایا اور خود اس مبنیٰ پر عمل بھی کیا، وہ ہستی امامِ راحل امام خمینیؒ ہیں، جنہوں نے یزیدِ وقت کے خلاف قیام کیا، قیام کو واجب قرار دیا، امامت کی حکومت کی برپائی کو واجب قرار دیا۔ کیا ہم امامؑ پر گریہ تو کریں لیکن حکومتِ یزید کے خلاف قیام کو واجب نہ سمجھیں، تو اس صورت میں ہم امام حسین علیہ السلام کے پیروکار کیسے ہو سکتے ہیں؟ ترکِ قیام کر کے تو ہم مخالف ہیں امام حسین علیہ السلام کے، پھر تو کوفیوں والا

مذھب ہو جائے گا۔

امام حسین علیہ السلام نے امامت کے نظام کو بر پا کرنے کے لیے قیام کیا۔امام حسین علیہ السلام کے فرامین میں ہے کہ ہم اس کے حقدار ہیں۔ہم نے ولایت و امامت کی حکومت بر پا کرنی ہے اوراس کیلئے امام علیہ السلام نے قیام بھی کیا،تو پھراس کے مطابق تو فتویٰ یہ بنتا ہے کہ امامت کی حکومت قائم کرنا واجب ہے۔اس کے لیے قرآنِ کریم کی آیات کے علاوہ،رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرامین کے علاوہ، ائمہ اطہار علیہم السلام کی احادیث کے علاوہ سب سے بڑی دلیل قیامِ امام حسین علیہ السلام ہے۔لیکن آپ کی فقہ اس فتویٰ سے خالی ہے،ایک فتویٰ بھی کسی مجتہد کا موجود نہیں ہے۔مفتی بھی رو کے محرم میں فارغ ہو جاتا ہے،مقلد بھی رو کر فارغ ہو جاتا ہے،نہ مفتی یزید کی حکومت اور یزید کی بیعت کو حرام سمجھتا ہے نہ مقلد کے نزدیک حرام ہے۔اس لیے پوری دنیا کے اندر عزادارِ امام حسینؑ طاغوتوں کی بیعت میں ہیں،طاغوتوں کی حاکمیت میں ہیں،اگر قیام کی بات کریں حکومتِ اسلامی کے لیے تو سب کھل کر مخالفت میں آجاتے ہیں۔

## عاشورائی فقیہ اور کربلائی مجتہد

ولایتِ فقیہ اور فقیہ کی ولایت امامؑ کی نیابت میں ہے،نظامِ ولایت کا قیام امام حسین علیہ السلام کے قیام سے ثابت ہے۔امام خمینیؒ نے اسی سے استدلال کیا ہے۔اسی سے حکومتِ اسلامی کیلئے قیام ثابت کیا ہے۔پہلا واجب و پہلا فریضہ،حسینؑ ابن علیؑ اس فریضہ کیلئے حج چھوڑ رہے ہیں اور فرمار ہے ہیں کہ پہلا فریضہ حج نہیں ہے، حج چھوڑ دیا،یزید سے ٹکرانا بڑا واجب ہے۔زیارتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چھوڑ دی کیونکہ امامت کی حکومت قائم کرنا لازم ہے۔کوفیوں کے خطوط کا امامؑ نے کیوں جواب دیا؟

اس لیے کہ انہوں نے بظاہر اتمامِ حجت کر دی تھی کہ ہم امامت کی حکومت قائم کرنے میں آپ کے ناصر ہیں۔امامؑ نے جب دیکھا کہ یہ اظہار تو کر رہے ہیں، ہر چند جھوٹے ہیں لیکن یہ تاریخ میں

موجود ہے، اگر میں ان کی دعوت کو اجابت نہ کروں تو ہمیشہ کیلئے لوگ یہی کہیں گے کہ کوفی تو حاضر تھے لیکن امامؑ حاضر نہیں تھے، امت حاضر تھی نظامِ امامت قائم کرنے کے لیے، مگر امام حاضر نہیں تھے نظامِ امامت کے لیے، لوگوں کے پاس تاریخ میں جواز بن جائے گا۔ امامؑ نے قیامت تک آنے والے ان لوگوں کو رسواء کرنے کے لیے ان خطوط کا جواب دیا کہ امت جو بظاہر اپنی آمادگی کا اظہار کرتی ہے یہ بتانے کے لیے کہ امت حاضر ہے اور امامؑ حاضر نہیں ہیں، انہی کو رسواء کرنے کے لیے امامؑ نے قیام کیا کہ تم حقیقت میں مکار ہو۔ اور آج تک یہ مکر چلا آ رہا ہے۔ حسین ابن علیؑ قیام کر کے، اپنا کنبہ، اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کر کے، اپنے بیٹے، بھائی و اصحاب قربان کر چکے ہیں لیکن ابھی تک امت میں یہ آمادگی پیدا نہیں ہوئی۔ حسینؑ ابن علیؑ کے بعد بھی فقط ظاہری رسم پر اکتفاء کرتے ہیں لیکن امامؑ کے عمل کو اپنی شریعت کا منبع نہیں سمجھتے، اس کا مدرک و مأخذ نہیں سمجھتے۔

## فقہِ جعفریؑ پیدائش میں محمدیؐ بقاء میں حسینیؑ ہے

عزیزان! فقہ حسینیؑ ہے، دینِ محمدی حسینیؑ ہے۔ آپ کہتے ہو فقہ جعفریؑ ہے، کیا اس وجہ سے جعفری ہونے پر اصرار کرتے ہو کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے ان مشکلات میں نہیں ڈالا، فقط درس و تدریس کا کام کیا ہے۔ فقط امام جعفر صادق علیہ السلام کی تدریس مفید ہے اس لیے اپنے آپ کو جعفری کہتے ہو۔ یہ فقہِ جعفریؑ فقہِ محمدیؐ ہے، یہ فقہِ علویؑ ہے، یہ فقہِ فاطمیؑ ہے، یہ فقہِ حسنیؑ ہے اور سب سے بڑھ کر یہ فقہِ حسینیؑ ہے۔ امام جعفر صادقؑ امام حسینؑ کے قیام کے مبلغ ہیں۔ یہ قیام کیوں فقہ کا مبنیٰ نہیں بنا ہے؟ اور کیوں علماء اور عوام رسومات پر اکتفاء کر کے اور ایامِ عزاء رسومات میں گزار کے خاموش ہو جاتے ہیں؟

اسی وجہ سے امامت صدیوں سے مہجور ہے، ائمہ علیہم السلام کی مسند پر طاغوت براجمان ہے۔ اگر امام حسین علیہ السلام کا یہ قیام فقہ اور شریعت کا منبع اور مبنیٰ بن جاتا تو صدیوں سے سلاطینِ جور حاکم نہ ہوتے، اور کام چور

مسلط نہ ہوتے، جن ممالک میں تشیع کی اکثریت ہے وہاں پر کیوں سلاطینِ جَور حاکم ہیں؟ یہ بہت ہی افسوس ناک پہلو ہے اس کی طرف متوجہ ہونے اور دھیان دینے کی ضرورت ہے۔ فقہائے عظام اور مجتہدینِ کرام کی توجہ کی ضرورت ہے۔ خدا رحمت کرے علامہ عسکریؒ پر، جب سے انہوں نے یہ بات کی، اس وقت دل کے اندر ایک ہیجان تھا، اس وقت طالب علمانہ جوش تھا اور یہ احساس تھا کہ جو کمی ایک ناچیز طالبِ علم کو محسوس ہو رہی ہے کسی اور کو کیوں محسوس نہیں ہوتی؟ کہ ہمیں نصابِ فقہ میں، فقاہت میں اور اجتہاد میں سیرت نظر نہیں آتی؟

جب اس محققِ گرامی نے یہ نکتہ بیان کیا جسے وہ خود تکمیل نہ کر سکے قم المقدسہ میں ان کی حوصلہ افزائی سے بندہ بے بضاعت و کم علم میں یہ احساس پیدا ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی عنایت سے اس باب کو تکمیل کرنا ہے، سیرت کو منبع قرار دیکر جو فتاویٰ فقہ کے اندر بن سکتے ہیں اساتید کی رہنمائی سے وہ طالب علمانہ کاوش کرنی ہے لیکن ایسا نہیں ہو سکا اور پھر پاکستان آنا پڑا، یہاں آکر سیمنٹ، سریا اور مزدور و مستری کی ابتلاء میں اللہ نے مبتلا کر دیا اور وہ موضوع ابھی تک باقی ہے، خدا ان شاء اللہ کسی کو یہ توفیق عنایت فرمائے کہ یہ کمی پوری کریں اور امام حسین علیہ السلام کی سیرت اور اقدام و قیام کو شریعت اور فقہ جعفری کا منبع قرار دیں تا کہ یہ ثابت ہو جائے کہ فقہِ جعفریؑ فقہِ حسینیؑ بھی ہے، ان شاء اللہ۔

خداوند تبارک و تعالیٰ ہمیں سید الشہداء علیہ السلام کو اپنا اسوہ، اپنا مقتدیٰ، اپنا امام، اپنا پیشواء عملی طور پر بنانے کی توفیق عطا فرمائے اور خداوند تبارک و تعالیٰ ابراہیمیؑ طرزِ زندگی اور حسینیؑ انداز ہمیں، ہمارے خاندان، ہمارے بچوں، ہماری آئندہ نسلوں اور ہماری موجودہ نسل کو اپنانے کی توفیق عنایت فرمائے، ان شاء اللہ۔

فصل سوم

# امر بالمعروف و
# نہی عن المنکر
# مقصدِ قیام
# امام حسین علیہ السلام

اللہ تعالیٰ نے دین کے عمومی نفاذ کے لیے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر واجب قرار دیا ہے۔ معروف کا امر کرنا اور منکر سے نہی کرنا، روکنا۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہر مسلمان کا فریضہ ہے۔ امر یعنی حکم دینا، فرمان دے کر اور آرڈر دے کر کوئی کام کروانا، دوسروں کے اوپر اپنا اختیار استعمال کر کے عمل کرانے کو امر کہتے ہیں۔ وعظ کو امر نہیں کہتے، ایسے ہی درخواست کرنے اور التماس کرنے کو امر نہیں کہتے بلکہ حکم صادر کر کے اس پر اختیارات کے ذریعے عمل درآمد کرانا امر کہلاتا ہے۔

نہی بھی اسی طرح سے ہے یعنی روکنا، روکنے کا حکم دینا، روکنے کا سارا اہتمام کرنا، روکنے کے سارے وسائل فراہم کرنا، روکنے کا ماحول بنانا۔ ممنوعہ کام سے روکنے کے لیے قدم اٹھانا، اقدام کرنا نہی ہے۔ یہ دین کا فریضہ ہے، اسلام نے اس کو عمومی فریضے کے طور پر امت کے ہر فرد کے لیے مقرر فرمایا ہے۔ امام حسین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ نظامِ دین کے قیام کا دارومدار فریضۂ امر بالمعروف و نہی عن المنکر پر ہے۔ اس ایک فریضہ کے انجام پانے سے مکمل دین کا نظام قائم ہوسکتا ہے اور اس کے ترک کرنے سے دین کا نظام اور احکام زمین سے اٹھ جاتے ہیں۔ کتابِ خدا اور سنتِ معصومین علیہم السلام میں یہ دین کا بنیادی رکن ہے۔

امام حسین علیہ السلام نے سرزمینِ منیٰ پر علمائے دین اور عمائدینِ ملت سے اپنے مشہور خطبۂ منیٰ میں فرمایا تھا:

**وَاِنَّمَا عَابَ اللّٰهُ ذٰلِکَ عَلَیْهِمْ لِاَنَّهُمْ کَانُوْا یَرَوْنَ مِنَ الظَّلَمَةِ الَّذِیْنَ بَیْنَ اَظْهُرِهِمُ الْمُنْکَرَ وَ الْفَسَادَ فَلَا یَنْهَوْنَهُمْ عَنْ ذٰلِکَ رَغْبَةً فِیْمَا کَانُوْا یَنَالُوْنَ مِنْهُمْ وَ رَهْبَةً مِمَّا یَحْذَرُوْنَ وَاللّٰهُ یَقُوْلُ: فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَاخْشَوْنِ،......[1] وَقَالَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِیَآءُ**

---

[1]......(سورة المائدة، آيه ٤٤)

بَعۡضٍ ۘ یَاۡمُرُوۡنَ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَیَنۡهَوۡنَ عَنِ الۡمُنۡکَرِ ......[1] فَبَدَأَ اللّٰهُ بِالۡاَمۡرِ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَالنَّهۡیِ عَنِ الۡمُنۡکَرِ فَرِیۡضَةً مِنۡهُ لِعِلۡمِهٖ بِأَنَّهَا اِذَا اُدِّیَتۡ وَاُقِیۡمَتِ اسۡتَقَامَتِ الۡفَرَائِضُ کُلُّهَا هَیِّنُهَا وَصَعۡبُهَا وَذٰلِکَ اَنَّ الۡاَمۡرَ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَالنَّهۡیَ عَنِ الۡمُنۡکَرِ دُعَاءٌ اِلَی الۡاِسۡلَامِ مَعَ رَدِّ الۡمَظَالِمِ وَمُخَالَفَةِ الظَّالِمِ...... [2]

درحقیقت اللہ تعالیٰ نے (بنی اسرائیل کو) اس لئے بُرا قرار دیا کہ وہ اپنی آنکھوں سے یہ دیکھنے کے باوجود کہ ظالمین کھلم کھلا برائیوں کو پھیلا رہے ہیں ان ظالموں کو اس عمل سے روکنے کی کوشش نہیں کرتے تھے، کیونکہ انہیں ظالموں کی طرف سے ملنے والے مال ومتاع میں رغبت تھی اوراوران کے قہر وجبر کا ڈر تھا، جبکہ خداوند متعال فرماتا ہے: لوگوں سے نہ ڈرو فقط مجھ سے ڈرو، نیز فرماتا ہے: مؤمن بعض دوسرے بعض کے اولیاء ہیں جو معروف کا حکم دیتے ہیں اور منکر سے روکتے ہیں، اس آیتِ کریمہ میں مؤمنین کی صفات بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے آغاز کیا اور اسے اپنی طرف سے واجب قرار دیا کیونکہ پروردگار جانتا ہے کہ اگر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر انجام پائے اور معاشرے میں برقرار رکھا جائے تو تمام فرائض خواہ وہ آسان ہوں یا مشکل قائم کئے جا سکتے ہیں، کیونکہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے ذریعے لوگوں کو اسلام کی طرف دعوت دی جاتی ہے اور ساتھ ہی مظلوموں کو ان کے حقوق لوٹائے جاتے ہیں اور ظالموں کی مخالفت کی جاتی ہے......

اسی فریضہ کے قیام سے دین قائم ہوتا ہے۔ یہ پہلا فریضہ ہے جو مسلمان کو انجام دینا ہے، اس پر عمل کرنا ہے اور اس پر عمل ہونے سے اور کرنے سے باقی سارا دین عملی اور نافذ ہو جاتا ہے۔ تقویٰ کا نفاذ

---

[1]......(سورۃ التوبۃ، آیہ ۷۱)

[2]......(تحف العقول -ابن شعبة الحرانیؒ، صفحہ ۲۳۷) مختصر فرق کے ساتھ (وسائل الشیعہ -شیخ حر عاملیؒ، الجزء ۱۶، صفحہ ۱۳۰)(الوافی -الفیض الکاشانیؒ، الجزء ۱۵، صفحہ ۱۷۸)

اسی فریضہ پر موقوف ہے۔تقویٰ اس صورت میں معاشرے میں قائم ہوتا ہے یا تدبیرِ تقویٰ نافذ ہوتی ہے جب امر بالمعروف و نہی عن المنکر عملی ہو جائے۔اسکی مثال حالیہ مہلک وباء ہے۔اللہ تبارک وتعالیٰ اس کے شر و بلا سے سب کو نجات عطا فرمائے۔وباء کے دوران حکومت حفاظتی تدبیر بناتی ہے،اس تدبیر میں سے ایک عام اردو اصطلاح عمومی بندش ہے، پاکستانیوں کی مادری زبان میں جس کو لاک ڈاوٗن کہا جاتا ہے!اس تدبیر کے ذریعے لوگوں کی رفت و آمد کنٹرول کی جاتی ہے،اجتماعی فاصلے برقرار کیے جاتے ہیں،کاروبار میں نظم قائم کیا جاتا ہے اور اس طرح کے دیگر ضروری اقدامات کیے جاتے ہیں۔حکومت حکم دے کر،آرڈر کر کے اور اختیارات استعمال کر کے،فورسز کے ذریعے، پولیس،فوج اور رینجرز کے ذریعے اس تدبیر کو نافذ کرتی ہے۔ورنہ جس طرح ہر تدبیر جب بنائی جاتی ہے تو صدرِ مملکت پہلے وعظ کرتے ہیں اور وہ بھی علماء میں جا کر وعظ کرتے ہیں، پہلا خطاب وباء کے متعلق علماء کو کرتے ہیں کہ علماء یہ کام کریں! اگر یہی کام جو صدرِ مملکت کرتے ہیں یعنی وعظ کر کے چھوڑ دیں تو پاکستان میں کوئی شخص اس سے احتیاط نہیں کرے گا،نہ ماسک پہنے گا، نہ فاصلوں کی مراعات کرے گا، نہ ہی کوئی حفاظتی اور احتیاطی قدم اٹھائے گا۔وعظ کا لوگوں پر اثر نہیں ہوتا بلکہ نتیجہ برعکس ہوتا ہے، الٹ اثر ہوتا ہے۔جس چیز کا فقط وعظ کیا جائے، جان بوجھ کر اس کے مرتکب ہوتے ہیں،ضد میں آ کر اس کا ارتکاب کرتے ہیں۔

اس لیے حکومت کی طرف سے باقاعدہ آرڈر ہوتا ہے،حکم صادر ہوتا ہے،اور پولیس کو سڑکوں پہ کھڑا کر دیا جاتا ہے،فوج کو کھڑا کر دیا جاتا ہے،دکانیں بند کروا دیتے ہیں،ٹریفک روک لیتے ہیں،عمومی ٹرانسپورٹ بند کر دیتے ہیں۔کرونا سے بچنے کے لیے یہ حکومت کی تدبیر ہے۔یہ حفاظتی تدبیر عملی اقدامات اور احکامات پر مشتمل ہوتی ہے محض وعظ و نصیحت یا صرف کاغذی بیانیئے سے یہ تدبیر نافذ نہیں ہوتی۔

امر بالمعروف بھی ایسی ہی تدبیر ہے،البتہ کرونا سے زیادہ بری بلا سے بچانے کے لیے،انسان کو فسق و فجور،تباہی، بربادی، ہلاکت سے بچانے کے لیے تقویٰ کی تدبیر ہے۔تقویٰ کی تدبیر پر عمل

درآمد کے لیے فرمان چاہیے، فورسز چاہئیں، تقویٰ کی تدبیر نفاذ کے لیے بھی پولیس کی طرح کی فورس چاہیے، فوج کی طرح کی فورس چاہیے اور وہ عوام اور عام مسلمان ہیں، عام مسلمان، مرد اور عورت، عالم وغیر عالم یہاں قانون نافذ کرنے والی فورس کا کردار ادا کریں یعنی امر کریں، با قاعدہ لوگوں کو منکرات سے روکیں، تمام منکرات کی راہ میں رکاوٹ بن کر کھڑے ہو جائیں اور تمام معروفات پر عمل درآمد یقینی بنائیں، دین کی طرف سے یہ عمومی فریضہ ہے۔ اگر اس پر عمل نہ ہو، امر بالمعروف رک جائے اور اس کے علاوہ باقی عبادتیں انجام دی جائیں، رسومات پر عمل ہو رہا ہو تو اس صورت میں دین ختم ہو جائے گا۔ لوگ بے ایمان و بے عمل اور حکومت فاسد ہو جائے گی۔ پورا نظام بگڑ جائے گا۔ دین حفاظتی تدبیر سے انسان کو ابتداء سے ہی روک لیتا ہے کہ لوگوں کے اندر منکرات پھیلنے ہی نہ دیں، منکرات کو وبا کی شکل اختیار نہ کرنے دیں اور امر اور نہی کر کے حالات کنٹرول کریں۔ اگر انسان یہ تدبیر چھوڑ دے، پھر معاشرے کو فساد سے کوئی نہیں روک سکتا۔

## وصیتِ امام علیہ السلام، بنامِ امت

سید الشہداء علیہ السلام نے جس فساد کے خاتمہ لیے قیام کیا اور خود اپنے قیام کا مقصد اپنے وصیت نامہ میں بیان فرمایا:

**وَأَنِّی لَمْ أَخْرُجْ أَشِرًا وَ لَا بَطِرًا وَ لَا مُفْسِدًا وَ لَا ظالِمًا وَ اِنَّمَا خَرَجْتُ لِطَلَبِ الْاِصْلاحِ فِیْ أُمَّةِ جَدِّیْ ص أُرِیْدُ أَنْ اٰمُرَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ أَنْهٰی عَنِ الْمُنْکَرِوَأَسِیْرَ بِسِیْرَةِ جَدِّیْ (ص) وَأَبِیْ عَلِیِّ بْنِ أَبِیْ طَالِبٍ (ع)**......[1]

میرا نکلنا نہ خود پسندی اور تفریح کی غرض سے ہے اور نہ فساد اور ظلم وستم میرا مقصد ہے، میں تو

---

[1]......(بحار الانوار-علامہ مجلسیؒ، الجزء ٤٤، صفحه ٣٢٩)

صرف اس لئے نکلا ہوں کہ اپنے ناناؐ کی امت کی اصلاح کروں، میں چاہتا ہوں کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو انجام دوں اور یوں اپنے جد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اپنے والد علیؑ ابن ابی طالبؑ کی سیرت کی پیروی کروں......

کس طرح سے اصلاح کروں گا؟ میں معروف کا امر کروں گا اور منکر سے روکوں گا اس لیے نکلا ہوں۔ امام حسین علیہ السلام نے خود بیان فرمایا ہے کہ میرا قیام امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے لیے ہے۔ اور اس کا دائرہ بھی معین فرما دیا کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا دائرہ کہاں تک پھیلا ہوا ہے؟ یہ دونوں فریضے اپنے اندر کتنی وسعت رکھتے ہیں اور یہ بھی بتا دیا کہ اس فریضے پر عمل درآمد کے لیے انسان کہاں تک جا سکتا ہے؟

## آٹا گوندھو پر ہلنا نہیں ہے!

علماء میں یہ بحث موجود ہے کہ امر بالمعروف وہاں کریں جہاں احتمالِ تاثیر ہو۔ علماء دوسری شرط یہ رکھتے ہیں کہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر وہاں کریں جہاں کسی خطر اور ضرر کا احتمال نہ ہو۔ اس پہ کئی علماء نے بہت ہی خوبصورت بحث کی ہے اور انہی علماء میں سے بعض نے کہا ہے کہ اس شرط کا مطلب یہ ہے کہ اس صورت میں امر بالمعروف اور نہی عن امنکر کریں جب کسی کو برا نہ لگے۔ یہ تو امر بالمعروف نہیں ہے چونکہ کونسا ایسا امر بالمعروف ہے جو لوگوں کو اچھا لگتا ہے؟ یا کون سا ایسا نہی عن المنکر ہے جس کو سن کر لوگ خوش ہوتے ہیں، روکنا ٹوکنا تو سب کو برا لگتا ہے۔ انسان جب منکرات کا مرتکب ہوتا ہے تو روکنے پر اس کو برا لگتا ہے، اگر اس وقت جائز ہو جب کسی کو بُرا نہ لگے تو اس کا مطلب ہے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نام کا کوئی فریضہ دین کے اندر موجود ہی نہیں ہے۔ لہٰذا بعض علماء و فقہاء نے لکھا ہے کہ یہ شرط رکھنا انہدام ہے فریضۂ امر بالمعروف کا۔ یعنی بجائے یہ کہنے کے کہ امر بالمعروف

واجب نہیں ہے، امر بالمعروف کوئی بھی نہ کرے، نہی عن المنکر کوئی بھی نہ کرے، اس کی بجائے یہ کہہ دیا ہے کہ امر بالمعروف وہاں کرو جہاں احتمال ہے تاثیر کا اور جہاں یہ احتمال ہے کہ آپ کو کوئی نقصان نہ پہنچے۔

امر بالمعروف تاثیر کے ساتھ مشروط نہیں ہے چونکہ امر ہے، وعظ تاثیر پر موقوف ہے۔ نصیحت کے بارے میں ہے وہاں کرو جہاں تاثیر ہے۔ اگر حکومت کو یہ کہیں کہ حکم اور آرڈر وہاں کریں جہاں تاثیر ہے، جہاں تاثیر نہیں ہے وہاں حکم نہ کریں! تو پھر حکومت کا کیا معنٰی رہ جاتا ہے، حاکم کس بات کا ہے؟ اتفاقاً امر کی ضرورت وہاں ہی ہوتی ہے جہاں پر تاثیر نہیں ہو رہی ہوتی۔ جہاں تعلیم کی تاثیر نہیں ہے، وعظ کی تاثیر نہیں ہے، نصیحت کی تاثیر نہیں ہے اور لوگوں کو سمجھانے کی تاثیر ختم ہو جاتی ہے، وہیں پر تو امر کی ضرورت پڑتی ہے۔ لہٰذا یہ شرائط امر بالمعروف کی بجائے خود امر بالمعروف کے موضوع کو ختم کرنے والی شرائط ہیں۔ اس لیے بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ امر بالمعروف غیر مشروط فریضہ ہے اور امام حسین علیہ السلام نے ان ساری شرائط کو باطل قرار دیا۔

جیسا کہ عرض کیا ہے کہ ہمارے نظامِ دینی میں ایک بڑی کمی اور قصور ہے اور وہ یہ ہے کہ نصابِ دینی میں کربلا اور امام حسین علیہ السلام کا قیام، سید الشہداء علیہ السلام کا عمل منبعِ فقہ اور مبنای شریعت اور ماخذِ فتویٰ نہیں ہے، اس کو مدنظر رکھ کر مفتی فتویٰ نہیں دیتے، جب امامؑ نے قیام کیا ہے تو امت پر بھی قیام واجب ہے، امامؑ نے بیعت کا انکار کیا ہے تو امت پر بھی انکار واجب ہے وہ بھی بیعت کا انکار کرے۔ یہ فتویٰ نہیں دیتے، نہ دینے کا مطلب یہ ہے کہ امام حسین علیہ السلام کو حجت نہیں مانتے، امام حسین علیہ السلام سے ہمدردی ضرور رکھتے ہیں لیکن امامؑ کے عمل کو اپنے لیے معتبر دلیل شرعی اور حجت نہیں مانتے۔ جبکہ امامؑ حجت کا معنٰی ہی یہی ہوتا ہے کہ ان کا ہر قول و فعل آپ کے لیے حجت ہے۔ سید الشہداء علیہ السلام نے یقینی خطرے کے باوجود قیام کیا ہے، لوگوں میں تاثیر کے آثار نہ دیکھ کر بھی قیام کیا ہے۔ تو جب امامِ معصوم، حجتِ خدا خطرے اور فقدانِ تاثیر کے باوجود قیام کرتے ہیں تو اس سے مذکورہ شرائط کی نفی ہو جاتی ہے۔

## فاسد امت کے فاسد حکمران

چنانچہ امام حسینؑ خود فرما رہے ہیں کہ

اِنَّمَا خَرَجْتُ لِطَلَبِ الْاِصْلَاحِ فِیْ اُمَّةِ جَدِّیْ(ص)......[1]

میں اپنے جد ﷺ کی امت کی اصلاح کے لیے نکلا ہوں۔

اصلاح، فارسی، اردو، عربی میں ایک ہی معنٰی میں استعمال ہوتا ہے یعنی ٹھیک کرنے کے لیے۔ اصلاح اس کی ہوتی ہے جس میں فساد آجائے، بگاڑ آجائے۔ اور امامؑ فرماتے ہیں کہ میں اپنے جدؐ، اپنے ناناؐ کی امت کی اصلاح کے لیے نکلا ہوں۔ تو اس کا مطلب ہے کہ امت کے اندر فساد پیدا ہو گیا ہے اور اس فساد کی وجہ سے باقی سارے فسادات پیدا ہو رہے ہیں۔ امام حسینؑ کے نزدیک بنیادی فساد امت کا فساد ہے، فساد باقاعدہ امت کو دامن گیر ہو چکا ہے اور امت کے فساد سے جو نتیجہ نکلا ہے وہ حکومت کا فساد اور فاسد حکمران ہیں۔ کسی قوم کے اندر فاسد، فاسق، فاجر و ظالم حکمران کب پیدا ہوتے ہیں؟ جب خود قوم فاسق و فاجر ہو جائے۔

اگر قوم باتقویٰ ہو، باتقویٰ امت کے رہبر و راہنما باتقویٰ ہی ہوتے ہیں۔ حکومت درحقیقت امت کا خلاصہ ہوتا ہے، حکومت امت کا نچوڑ ہوتی ہے۔ مثلاً پاکستان کی حکومت پاکستان کے عوام کا خلاصہ اور نچوڑ ہے، عوام ہی سمٹ کر حکومت بن گئی ہے۔ حکومت کو کھولیں تو امت بنتی ہے اور اگر امت کا خلاصہ کریں تو حکومت بنتی ہے۔ پاکستان کی عدالتوں کا یہ متفقہ حکم ہے کہ سابقہ چوہتر سال میں پاکستان میں حکومتی سطح پر صرف فساد ہوا ہے، کرپشن ہوئی ہے، لوٹ مار ہوئی ہے۔ یہ لوٹ مار حکومت میں ہوئی ہے، اس کا امت اور عوام سے کوئی تعلق ہے یا نہیں ہے؟ جواب یہ ہے اس کا بہت گہرا تعلق ہے۔ اگر امت لوٹ مار والی نہ ہو، قوم لوٹ مار پسند کرنے والی نہ ہو تو لٹیرے کس طرح اس

---

[1]...... (بحار الانوار-علامہ مجلسیؒ، الجزء ٤٤، صفحہ ٣٢٩)

امت پر حاکم بن سکتے ہیں۔لوٹ پسند امت کے حاکم لٹیرے ہوتے ہیں،فساد پسند امت کے حاکم فاسد ہوتے ہیں، جرائم پسند امت کے حاکم مجرم ہوتے ہیں۔ یزید جس معاشرے اور سماج کا حاکم بنا اس کی یزید سے مماثلت ومسانخت تھی۔مکمل مشابہت تھی،کوئی چیز اس معاشرے کی یزید کے ساتھ ملتی تھی اور وہ فساد تھا،لوگ فساد پسند تھے،فساد گریز اورفساد سے دوری اختیار کرنے والے نہیں تھے،فساد کو ناپسند کرنے والے نہیں تھے۔فاسد ماحول میں فاسد انسان پنپتا ہے،رشد کرتا ہے، بڑھتا ہے اوراوپر آتا ہے اورلوگوں کی تقدیر پر مسلط ہو جاتا ہے۔امام حسین علیہ السلام نے امت کے اندر موجود فساد کو ختم کرنے کے لیے قیام کیا۔

## اصلاح کے نام پر فساد

امام علیہ السلام نے قیام کا ذریعہ کس عمل کو قرار دیا؟ این جی اوز بنا کے قیام نہیں کیا، مدرسہ بنا کے قیام نہیں کیا، انجمن بنا کر قیام نہیں کیا، سیاسی جماعت بنا کے قیام نہیں کیا! اصلاحِ امت کے لئے قرآنی قانون امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو ذریعہ بنایا۔اصلاحِ امت کے لیے پاکستان کے اندر لاکھوں ادارے اور تنظیمیں موجود ہیں، اصلاحِ امت کے لئے مذاہب،سیکولر طبقات،حکومتی سطح وغیر حکومتی سطح پر کثرت سے ادارے موجود ہیں جو اصلاحِ معاشرہ کر رہے ہیں۔اسکے باوجود معاشرہ روز بروز فساد کی طرف جارہا ہے اور جس کی یہ زندہ مثال چودہ اگست ،یومِ آزادی ،مینارِ پاکستان کے سائے میں جو کچھ ہوا، وہ سب کے سامنے ہے کہ وہاں پر ادھم مچا۔ایک عورت نے فساد کا آغاز کیا، پھر اس عورت کے ساتھ فساد ہوا۔ یہ سب کچھ ملاءِ عام میں ہوا،سینکڑوں لوگوں نے یہ سب فساد کیا۔ یہ اس بات کی علامت ہے کہ معاشرہ اس وقت فساد کے کس درجہ پر جا پہنچا ہے، کیوں نوبت یہاں تک جا پہنچی ہے؟

اس کی وجہ یہ ہے اصلاحِ امت کرنے والے درحقیقت قرآن کریم کی اس آیت کے مطابق

اصلاح کررہے ہیں:

**وَاِذَا قِیْلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوْا فِی الْأَرْضِ ۙ قَالُوْٓا اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَo......[1]**

جب ان سے کہا جاتا ہے کہ زمین میں فساد نہ برپا کرو! تو کہتے ہیں: ہم تو صرف اصلاح کرنے والے ہیں۔

یہ مفسد اور فاسد دعویٰ اصلاح رکھتے ہیں۔ میڈیا قوم کی اصلاح کررہا ہے، حکومتی ادارے قوم کی اصلاح کررہے ہیں، نجی ادارے قوم کی اصلاح کررہے ہیں، تعلیمی ادارے قوم کی اصلاح کررہے ہیں۔ تو پھر یہ فساد کہاں سے آ گیا ہے؟ یہ گلی گلی، کوچہ کوچہ، قریہ قریہ کے ہر فرد کے اندر فساد کہاں سے آ گیا ہے؟ انہی نام نہاد مصلحون اور مصلحین نے یہ فساد ایجاد کیا ہے۔ انہیں معلوم نہیں ہے یا جانتے بوجھتے ہوئے اپنے فساد کا نام اصلاح رکھا ہوا ہے۔ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے بغیر اصلاح کرتے ہیں جس سے فساد پھیلتا ہے۔

## درباری فتاویٰ پر مُہرِ بطلان

لیکن امام حسینؑ فرماتے ہیں کہ میں نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے ذریعے سے اصلاح کرنی ہے۔

**اِنَّمَا خَرَجْتُ لِطَلَبِ الْاِصْلَاحِ فِیْ اُمَّةِ جَدِّیْ ص اُرِیْدُ اَنْ اٰمُرَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ اَنْهٰی عَنِ الْمُنْكَرِ ...... [2]**

میں تو صرف اس لئے نکلا ہوں کہ اپنے جدؐ کی امت کی اصلاح کروں، میں چاہتا ہوں کہ

---

[1]...... (سورۃ البقرۃ، آیہ ۱۱)

[2]......(بحار الانوار- علامہ مجلسیؒ، الجزء ٤٤، صفحہ ۳۲۹)

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو انجام دوں......

اپنے جد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کی اصلاح کرنی ہے امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے ذریعے سے۔ امر بالمعروف میں کہاں تک جائیں گے؟ جان فدا کرنے کی حد تک۔ جن فقہاء و علماء نے شرط رکھی ہے امر بالمعروف کے لیے کہ اگر جان کو خطرہ ہو تو اس صورت میں امر بالمعروف واجب نہیں ہے، وہ امام حسین علیہ السلام کے بارے میں کیا کہیں گے؟ امام علیہ السلام کے سامنے خطرہ ہے، کس چیز کا خطرہ ہے؟ نہ صرف یہ کہ دشنام کا خطرہ ہے، گالی کا خطرہ ہے، تکلیف کا خطرہ ہے، بھوک پیاس کا خطرہ ہے، کردار کشی کا خطرہ ہے بلکہ جان کا خطرہ ہے، پورے خاندان کی جان کا خطرہ ہے، قید و بند کا خطرہ ہے، بے حرمتی کا خطرہ ہے اور یہ سب خطرات احتمالی نہیں ہیں بلکہ یقینی ہیں اور اس کے باوجود امام حسین علیہ السلام نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دیا۔ اس سے وہ ساری شرائط باطل ہو جاتی ہیں، سارا اجتہاد ختم ہو جاتا ہے اور سارے کے سارے فتوے ہوا میں اڑ جاتے ہیں جو امامؑ کی سیرت کے برخلاف دیئے گئے ہیں۔

## عاشوراء، فساد کے خلاف مسلسل قیام

امر بالمعروف و نہی عن المنکر امام حسین علیہ السلام کے قیام کا بنیادی ہدف اور مقصد ہے۔ قیامِ امامؑ فقط ایک واقعہ اور حادثہ نہیں ہے۔ یعنی فقط ایک امامؑ نے صرف ایک زمانے کیلئے قیام کیا اور اس کے بعد قیام کا وجوب ختم ہو گیا اور اس کے بعد اس کی کبھی ضرورت نہیں اور حکم بھی ختم ہو گیا بلکہ قیامِ کربلا پہلے سے جاری ایک قیام کا تسلسل ہے اور بعد میں آنے والے قیام کی بنیاد ہے۔ فساد کے خلاف پہلا قیام کس نے کیا؟ حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام نے کیا، اس کے بعد موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام نے کیا اور اس کے بعد محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا۔

حضرت موسیٰؑ نے ریڑھیوں والوں کو اور پرچون فروشوں کو امر بالمعروف نہیں کیا، مزدوروں کو امر بالمعروف نہیں کیا بلکہ فرعون کو امر بالمعروف کیا، حکام کو امر بالمعروف کیا اور بنی اسرائیل کو امر بالمعروف کیا۔ حضرت ابراہیمؑ نے نمرود کو اور آزر کو امر بالمعروف کیا اور انہیں منکرات سے روکا۔

منکرات میں سے سب سے بڑا منکر شرک ہے، حضرت ابراہیمؑ نے شرک کی بنیاد کو نیست و نابود کر دیا، یہ ہے امر بالمعروف۔ اور یہی امر بالمعروف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا اور وراثت میں امام حسین علیہ السلام نے یہ امر بالمعروف کیا اور اس امر بالمعروف میں ہر قسم کا خطرہ مول لیا۔ یہ فریضہ اپنے عہد میں انجام دیا تا کہ بعد میں آنے والی امت کے لیے بنیاد بن جائے جو امامت کی قائل ہے، جو امام حسین علیہ السلام کی پیشوائی کے قائل ہیں، جو امام حسین علیہ السلام کی قیادت کے قائل ہیں، جو امام حسین علیہ السلام کو دنیا میں و آخرت میں اپنا پیشوا مانتے ہیں۔

امام حسین علیہ السلام خود فرماتے ہیں:

**وَلَكُمْ فِيَّ اُسْوَةٌ.....**[1]

اور میری ذات میں تمہارے لیے اُسوہ ہے۔

اس قیام کو دوام بخشنے کے لیے اور جاودانیت کیلئے قیامت تک اسے اسوہ بنا دیا تا کہ اس سطح اور اس انداز کا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر قیامت تک عوامی فساد، ملکی فساد، حکومتی فساد اور حکمرانوں کے فساد کے مقابلے میں جاری رہے اور ہمیشہ کے لیے ایک سنت بن جائے۔

---

[1]..... (سخنانِ حسینؑ ابن علیؑ از مدینه تا کربلا -محمد صادق نجمی، بحواله (طبری، الجزء۷، صفحه ۳۰۰) (کامل ابن اثیر، الجزء۳، صفحه ۲۸۰)(مقتل خوارزمی، الجزء۱، صفحه، ۲۳۴) (انساب الاشراف، الجزء۳، صفحه ۱۷۱)

## عزاداری علاقائی ثقافت یا ابراہیمی وراثت

ہمیشہ کے لیے اسے قانون اورامت کے لیے ضابطہ بنانے کی خاطر عزاداریٔ امام حسین علیہ السلام عزائے امام مظلوم علیہ السلام کی بنیاد رکھی گئی اور فروغ دیا گیا۔عزاداری کا مقصد امام حسین علیہ السلام کے مقصد کو زندہ رکھنا ہے اور وہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر ہے۔آج عزاداری ثقافت بن گئی ہے، ثقافتی عمل میں تبدیل ہوچکی ہے، مذہبی ودینی حالت سے زیادہ ثقافتی حالت میں بدل گئی ہے۔عزاداری کے اوپر بعض ٹی وی چینلز نے ڈاکیومینٹریز بنائی ہیں، مذہبی ٹی وی چینلز اور بعض کمرشل ٹی وی چینلز نے دستاویزی فلمیں بنائی ہیں اپنے مخاطبین کو آگاہ کرنے کیلئے۔ ہر ملک کی عزاداری کے بارے میں بتایا ہے اور ساتھ کمنٹری بھی ہے اور سکرپٹ بھی پڑھا ہے۔ان فلموں میں دکھایا گیا منظر محض ثقافت ہے۔مثلاً مجالس دکھائی جاتی ہیں، مجالس کے انداز دکھائے جاتے ہیں، مجالس کا طور طریقہ اور وسائل جن کے ذریعے سے عزاداری کی جاتی ہے، کس طرح عزاخانے سجتے ہیں، شبیہیں کیسے بنتی ہیں، ہر علاقے میں بانیان وعزاداران کے انٹرویو لیے ہیں، کئی سال پہلے کی بنی ہوئی بھی ہیں اور ہر سال نشر ہوتی ہیں، اس سال بھی ہوئی ہے بعض ٹی وی چینلز نے بتایا ہے کہ عزاداری میں تعزیہ کس کو کہتے ہیں؟ کئی متعلقہ افراد سے پوچھا کہ تعزیہ کیا ہوتا ہے؟ اور شبیہیں کیا ہوتی ہیں؟ یہ کب سے شروع ہوئی ہیں؟ کہاں سے شروع ہوئی ہیں؟ ان کا مقصد کیا ہے؟ یہ کیوں بنائی جاتی ہیں؟ پھر بنانے والوں کے دلچسپ جوابات ہیں کہ وہ ان کو کس طرح سے بناتے ہیں اور کس جذبے سے بناتے ہیں؟

ظاہر ہے کہ عزاداری چونکہ شیعہ کرتے ہیں لہٰذا شیعہ علماء، خطباء، بانیان اور جو بھی یہ سلسلۂ عزاء قائم کرتے ہیں ان سب کی گفتگو ہے، ساری ثقافتی گفتگو ہے، اس میں کوئی مذہبی اور دینی حوالہ نہیں ہے بلکہ تمام ثقافتی گفتگو ہے۔ ہمارے علاقے میں یوں ہوتا ہے، یہ سلسلہ ہمارے بڑوں نے شروع کیا تھا، یہ ہم نے فلاں سے سیکھا ہے، یہ فلاں سے ہم نے تعلیم لی ہے، یہ سلسلہ فلاں جگہ سے

شروع ہوا، یہ ایک دستاویز ہے اور وہ جو بیان کرر ہے ہیں وہی کچھ ہوتا ہے، انہوں نے درست بیان کیا ہے۔ یعنی محض ثقافتی عمل اور ثقافتی حرکت انجام پاتی ہے جس کے اندر اصل روحِ عزاء مفقود ہے، وہ کہیں نظر نہیں آتی اور نہ ہی اس کے لیے کوئی اہتمام کیا جاتا ہے، علاقائی ثقافتی تقاضے تمام پورے کیے جاتے ہیں، کسی علاقے میں ڈھول کا اہتمام کیا جاتا ہے، شہنائی کا اہتمام کیا جاتا ہے، پاکستان میں بھی ایسے علاقے ہیں جہاں ڈھول اور شہنائی پر ماتم کرتے ہیں، ہر علاقے کا اپنا الگ طریقہ ہے، پنجاب، سندھ، سرحد اور شمالی علاقہ جات کے اندر ہر جگہ پر الگ انداز سے عزاداری کی جاتی ہے۔

یہاں پر ہمیں اس چیز پر دھیان دینا ہے کہ کیا عزاداری ایک ثقافتی عمل ہے؟ یعنی اسکا تعلق ثقافت سے ہے یا اسلام، تشیّع اور کربلا سے؟

عزاداری قیامِ مقدس کربلا کا تسلسل ہے۔ امام حسین علیہ السلام کے قیام کا مقصد تمام نسلوں میں قیام کو جاری رکھنا تھا، اس قیام کو تکرار کرنا، اس اصل حالت کو باقی اور برقرار رکھنا، اور وہ عزاء کے ذریعے ممکن ہے۔ عزاء سوگ کو کہتے ہیں، سوگواری یعنی غم کا اظہار کرنا عزاء کہلاتا ہے۔ اظہارِ غم واظہارِ مصیبت عزاء کہلاتا ہے، غم کی حالت میں تسلی دینا یہ تعزیت کہلاتا ہے۔ چونکہ امام حسین علیہ السلام کے قیام میں نہایت درجے کے غم ناک مناظر ہیں جو انسان کے دل کو پگھلا دیتے ہیں، غم کے سائے میں درحقیقت آنے والی امتوں کے اندر اس قیام کو جاری رکھنے کے لیے سلسلۂ عزاء قائم کیا گیا۔ پس سلسلۂ عزاء کی روح وہی ہے جو عاشوراء اور کربلا کی روح ہے اور وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے۔ اس سے مراد وعظ ونصیحت وتقریریں نہیں ہیں بلکہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے مراد اصل فساد کو جڑ سے اکھاڑنا ہے، فساد کی نشاندہی کرنا، اسکا منبع تلاش کرنا اور اس کی اصلاح کے لیے اقدام کرنا امامِ حسین علیہ السلام کا قیام ہے۔

ایک فساد امام حسین علیہ السلام کے زمانے میں امت کے دامن گیر ہوا تھا، امت کے فساد سے فاسد حکومت تشکیل پائی، یہ دونوں فساد لازم اور ملزوم ہیں، علت اور معلول کی حیثیت ہے۔ یہ دونوں فساد

جہاں بھی ایک ساتھ ہوں گے، حکومت فاسد ہوگی تو یقیناً لوگ فاسد ہوجائیں گے اور اگر لوگ فاسد ہوئے تو یقیناً ان کی حکومت بھی فاسد ہی ہوگی۔ان کے فساد میں آپس میں تلازم ہے۔جیسے کہا جاتا ہے: اَلنَّاسُ عَلٰی دِیْنِ مَلُوْکِھِمْ ،لوگ اپنے حکمرانوں کے مذہب پر ہوتے ہیں، یوں نہیں ہوسکتا کہ حکمرانوں کا مذہب کچھ اور ہو اور لوگوں کا مذہب کچھ اور ہو۔بھلے لوگ مذہبی رسومات میں الگ الگ ہوسکتے ہیں لیکن عملی مسلک اور روزمرہ زندگی کے اصول مذہب میں وہی ہوں گے جو ان کے حکمران کے ہیں۔اگر حکمرانوں میں غیرت ہے تو لوگوں میں بھی غیرت ہوگی، حکمرانوں میں حیاء ہے تو لوگوں میں بھی حیاء ہوگی، حکمران اگر بے غیرت ہیں تو لوگ بھی بے غیرت ہوں گے، اگر حکمران بے شرم ہیں تو لوگ بھی بے شرم ہوں گے، جو بھی حالت حکمرانوں کی ہے، وہی حالت ہُو بہو عوام کی ہوگی ۔اگر حکمران گدا ہیں ،ذلیل ہیں تو عوام بھی یقیناً ذلیل ہوں گے اور اگر عوام ذلت پذیر ہیں، ذلیل اور ذلت پسند ہیں تو حکمران یقیناً ذلت پسند ہوں گے، تلازم کی وجہ سے۔

امام حسین علیہ السلام نے فاسد حکومت کے خلاف قیام کیا، بایں کہ وہاں اس کے علاوہ بھی فساد تھا، مثلاً لوگ کم تولتے تھے اور چوریاں کرتے تھے، خیانتیں کرتے تھے، روزمرہ خاندانی اور محلے گلی کے جرائم معمول تھا، یہ سب کچھ امام حسین علیہ السلام کی نگاہوں کے سامنے ہو رہا تھا اور باقی لوگوں کی آنکھوں کے بھی سامنے سب کچھ ہو رہا تھا۔امام حسین علیہ السلام انہیں بتا بھی رہے تھے:

**اَلَا تَرَوْنَ اِلَی الْحَقِّ لَا یُعْمَلُ بِہٖ ، وَاِلَی الْبَاطِلِ لَا یُتَنَاھٰی عَنْہُ!......** [1]

کیا دیکھتے نہیں کہ حق پر عمل نہیں ہو رہا ہے اور باطل سے روکا نہیں جا رہا!.......

باقی لوگوں کو جب امر بالمعروف کا شوق سدھاتا تو وہ اٹھ کر گلی میں کسی عورت کو پردہ کروا دیتے، کسی مرد کی داڑھی رکھوا دیتے اور کسی آوارہ جوان کو پکڑ کر نصیحت کر دیتے۔آج اس حد تک بھی

---

[1]......(اللھوف علی قتل الطفوف-سید ابن طاووسؒ)(مثیر الاحزان-ابن نما حلیؒ)

نہیں ہوتا، آج اس درجہ کا امر بالمعروف بھی ختم ہو چکا ہے، گویا امر بالمعروف پوری زمین سے اٹھ گیا ہے۔ لیکن امام حسین علیہ السلام نے اس فساد کو نہیں چھیڑا، اس کو نہیں روکا، بایں کہ یہ بھی فساد تھا لیکن امامؑ کے مدنظر یہ تھا کہ یہ فساد اس وقت رکے گا جب بڑا اور اصلی فساد اور مادرِ فساد کو ختم کیا جائے۔ امت کے اندر اس فساد کو پہلے ختم کیا جائے جسکا نتیجہ یزید و یزیدیت کی صورت میں نکلتا ہے۔ اس فساد کو روکنا مقصدِ امام حسین علیہ السلام تھا اور اسے جاری و زندہ رکھنا عزاداری کا مقصد ہے۔

عزاداری ثقافتی عمل نہیں ہے جیسے ابھی رائج ہو چکا ہے۔ اصل روحِ عزاء اور حقیقتِ عزاء جس سے عزاداری کا تعلق کربلا سے جڑتا ہے اس کی واضح کمی ہے۔ عزاداری کا تعلق کربلا کے علاوہ کئی جگہ سے جڑتا ہے، اُسی ڈاکومنٹری میں علماء عزاداری کی تاریخ بتا رہے ہیں کہ یہ تعزیے اور یہ شبیہیں کہاں سے شروع ہوئیں؟ وہ بتاتے ہیں کہ مثلاً پہلی شبیہ تیمور بادشاہ نے بنائی، دوسری فلاں علاقے کے نواب نے بنائی، تیسری حیدر آباد کے نوابوں نے بنوائی، چوتھی فلاں نے بنوائی، ٹھیک تاریخ ہے انہی لوگوں نے یہ کام عزاداری کا حصہ بنائے ہیں۔ اس میں امام حسین علیہ السلام کا کردار کہاں ہے؟ کیا وہ کہیں پر دکھائی دیتا ہے؟ ثقافتی اعمال، ثقافتی طریقے، ثقافتی رسمیں، ثقافتی امور، ان کے مجموعے کو عزاداری قرار دیا گیا ہے۔

## حجۃ العوام اور حجۃ الاسلام!

شہید مطہریؒ نے اس موضوع کو بڑی جرأت کے ساتھ چھیڑا ہے چونکہ بہت دلیر اور شجاع عالم ہی یہ موضوع چھیڑ سکتا ہے۔ خشیۃ الناس رکھنے والے اور مالِ دنیا کے پجاری ''عبید الدنیا'' کبھی بھی ایسا موضوع نہیں چھیڑتے۔ وہ ہمیشہ عوام کو حرام کام کا جواز فراہم کرتے ہیں، عوام مثلاً کسی مجلس میں کوئی عوام پسند چیز پوچھیں تو وہ ضرور کوئی توجیہہ کر کے جواب دیں گے۔ مثلاً اگر کسی خطیب سے

پوچھا جائے کہ لوگ چرس پیتے ہیں، کسی عوامی مولانا اور حجۃ العوام جو عوام کو حجتیں گھڑ گھڑ کے دیتا ہے، اس سے پوچھا جائے کہ لوگ چرس پی سکتے ہیں؟ تو وہ جواب میں کہے گا ہاں اگر مقصد اچھا ہو، اعلیٰ ہو، امامؑ کی عزاداری کرنی ہو اور طبیعت ٹھیک نہ ہو، اپنی طبیعت بحال کرنی ہو، اور اپنے آپ کو فٹ کرنا ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ ویسے ہی شراب لیکوڈ ہے جبکہ چرس خشک ہے، تو اسلام کی نگاہ میں لیکوڈ نشے حرام ہیں، خشک نشے کے بارے میں تو کہیں بھی کوئی آیت نہیں اتری ہے لہٰذا نیک مقصد کیلئے چرس پی سکتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ حجۃ العوام جو عوام کو حجتیں گھڑ کے دیتا ہے لوگ اس کی حجتیں مان کر ویسے ہی عمل کرتے ہیں۔ کیا ایسا شخص جرأت کر سکتا ہے؟ یہ کہئے کہ عزاداری آخری امید ہے بشریت کے پاس ظلم و فساد سے جان چھڑانے کے لیے۔

تمام زمین سے فساد اس وقت ختم ہوگا جب امام حسین علیہ السلام کے قیام کو انسان دہرائے گا اور تکرار کرے گا۔ اس قیام کی تربیت عزاداری کے اندر ہوگی۔ عزاداری عملِ حسینی کی تربیت گاہ ہے۔ امام حسین علیہ السلام کے مقصد کیلئے عزاداری ایسی تربیت گاہ، کارگاہ اور ورکشاپ ہے کہ جس کے اندر وہ انسان تیار ہوتے ہیں جنھوں نے اپنے زمانے میں امام حسین علیہ السلام کی طرح اپنے زمانے کے یزید کے خلاف قیام کرنا ہے۔ اپنے عہد میں فساد کو روکنا ہے۔ عوام کا فساد، لوگوں کے اندر فساد، امت کے اندر فساد، حکومت کے اندر فساد، حکمرانوں کے اندر فساد فقط امام حسین علیہ السلام کے اقدام اور آپکی سیرت کے ذریعے ختم ہوگا۔ یہ سیرت سازی عزاداری میں ہونی چاہیئے۔

## حج ابراہیمی اور عزاداری حسینی کردار سازی کی کارگاہ

جیسا کہ پہلے بھی اشارہ ہوا ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سیرت و عمل اللہ تبارک و تعالیٰ کو اتنا پسند آیا کہ خداوند تبارک و تعالیٰ نے تمام مومنوں کے لیے اسے دہرانا واجب قرار دیا ہے، ہر نبی کی امت پر

قیامت تک کے لیے اس کو واجب قرار دیا کہ سب کو مکہ آنا ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام والے سارے اقدامات گن گن کے کرنے ہیں۔ لبیک کہنا ہے، احرام باندھنا ہے، طواف کرنا ہے، سعی کرنی ہے، سر منڈوانا ہے، قربانی کرنی ہے، شیطان کو پتھر مارنے ہیں، بیتوتہ کرنا ہے، عرفہ میں قیام ہے، یہ سارے کام جو ابراہیمؑ نے اور آپؑ کے خاندان نے انجام دیئے ہیں حج بنوا کر اُمت سے کروائے جارہے ہیں۔

حج فقط اس لیے نہیں ہے کہ مؤمنوں کو ثواب پہنچایا جائے۔ مکہ میں سارا ثواب نہیں ہے، ثواب تو اللہ کے پاس ہے اور اللہ مؤمن کے گھر بھی ثواب بھیج سکتا ہے اور بھیجتا بھی ہے، ثواب کا منبع اللہ کی ذات ہے۔ یوں تو نہیں ہے کہ مکہ میں سارا ثواب ذخیرہ ہے، مکہ جائیں گے تو ثواب ملے گا باقی کسی جگہ ثواب موجود نہیں ہے۔ آپ گھر میں بیٹھے رہیں تو ثواب اللہ آپ کے گھر پہنچا دے گا۔ بسم اللہ پڑھو ثواب، یا اللہ پڑھو ثواب، تسبیح پڑھو ثواب، کسی کو اچھی نگاہ سے دیکھو تو ثواب، کوئی کلمہ خیر کا زبان سے نکالو تو ثواب، پرندے کو دانہ دو تو ثواب، جانور کو پانی دو تو ثواب، کسی کو کھانا دو تو ثواب، پیاسے کو پانی پلا دو تو ثواب۔ ثواب سب سے سستا کام ہے اللہ کے دین میں، اور گھر میں ملتا ہے، یہ تنہا چیز ہے جس کے لئے مارکیٹ جانا نہیں پڑتا، کسی فیکٹری میں نہیں بنتا، ثواب اللہ کے پاس ہے اور اللہ نے مقرر کیا ہے، جن کاموں پر وعدہ کیا ہے مل جاتا ہے۔ تو پھر مکہ کیوں بلایا ہے؟ مکہ ثواب کے لئے نہیں بلایا مکہ اس لئے بلایا ہے:

یہ دَور اپنے براہیم کی تلاش میں ہے
صنم کدہ ہے جہاں، لَا اِلٰہ َاِلَّا اللّٰہ......[1]

ہر دور میں ابراہیمؑ کی ضرورت ہے، ہر دور کو عملِ ابراہیمی کی ضرورت ہے، ہر دور کو بت شکنی کی

---

[1]......(ضربِ کلیم-علامہ اقبالؒ،صفحہ ۲۷)

ضرورت ہے اور بت شکن کی ضرورت ہے، بت شکن کہاں تربیت پاتے ہیں؟ کونسا مدرسہ ہے جو بت شکن بناتا ہے؟ سوائے حج کے کہیں بھی نہیں، حج واحد مدرسہ ہے جس میں بت شکن بنتے ہیں، شرک کے خلاف بت شکن حج بناتا ہے، حج ایک تربیت گاہ ہے، حج ایک ورک شاپ ہے، حج ایک کارگاہ ہے اورعزاداری حج کا ہی دوسرا وَرژن ہے یا حج کے بعد دوسرے نمبر پر عزاداری ہے۔ کیونکہ امام حسینؑ نے سیرت ابراہیمؑ کی تکمیل کی ہے۔ حضرت ابراہیمؑ نے علامتی عمل انجام دیا، اس کا حقیقی مرحلہ امام حسینؑ نے انجام دیا ہے تو امام حسینؑ کی سیرت اور امامؑ کے کردار کے لئے بھی تربیت کی ضرورت تھی، مدرسہ کی ضرورت تھی اس کے لئے بھی تو ورک شاپ و کارگاہ کی ضرورت تھی اور وہ عزاداری ہے۔

## حج وعزاداری کے جسم وروح میں جدائی

عزاداری بت شکن بناتی ہے، وہ انسان بناتی ہے جو عملِ حسینی کر سکے، جو اصحابِ حسینؑ کی طرح قیام کر سکے۔ امر بالمعروف کر سکے، نہی عن المنکر کر سکے، جو طاغوت شکن اور یزید شکن ہو، یہ کردار یہ شخصیت یہ personality عزاداری کے اندر بنتی ہے لیکن یہ اس وقت ممکن ہے کہ جب خود عزادری کے اندر روحِ کربلا ہو، عزاداری کا انداز حماسی و عاشورائی ہو۔

آج ذرا توجہ کریں! کہ عزاداری کی حقیقت اور عزاداری کی صورت وشکل کا آپس میں تناسب نہیں ہے۔ عزاداری کی حقیقت کردارِ حسینی بنانا ہے۔ جس طرح حج کی حقیقت کردارِ ابراہیمی بنانا ہے۔ آج عزاداری اور حج دونوں اپنی حقیقت سے دور ہو گئے ہیں۔ حج آج آلِ سعود کی سرپرستی میں آ گیا ہے، عزاداری آلِ سعود سے بدتر لوگوں کی سرپرستی میں آ گئی ہے۔ آلِ سعود نے حج سے فائدہ اٹھا کر اپنی سلطنت مضبوط کی، اقتدار مضبوط کیا، جیبیں بھریں اور تجارت چمکائی ہے۔ حج تاریخ میں بھی ایسے ہی رہا ہے۔ جب سے بنوامیہ کے بادشاہوں کے ہاتھ حج آیا ابراہیمی حج انجام نہیں پایا، جب سے

بنوعباس نے حج کروائے ابراہیم سازی ختم ہوگئی اور جب عثمانیوں نے حج کروایا ابراہیم سازی ختم ہو گئی، جب آل سعود آئے ابراہیم سازی ختم ہوگئی اور حج محض تجارت بن گیا ہے۔فقط چائنہ، یورپ اور جاپان کے مالِ تجارت کی منڈی، مکسب اور تجارت گاہ بن گیا ہے۔ انہوں نے حج کو آج ٹوررزم (Tourism) میں تبدیل کر دیا ہے، ویزہ بھی ابھی tourism کا ملتا ہے، جو کمپنیاں حج پہ لے جاتی ہے وہ بھی حج اور عمرہ کمپنیاں نہیں ہیں بلکہ tourism کمپنیاں ہیں، آل سعود نے حج پہ یہ بلا نازل کی ہے۔اس سے بدتر سلوک عزاداری کے ساتھ ہوا عزاداری کو بھی لوگوں نے تجارت گاہ بنا دیا، عزاداری کو مکسب بنا دیا اور کاسبی کی جگہ بن گئی۔ جو کچھ حج کے ساتھ کیا ہے وہی عزاداری کے ساتھ کیا ہے۔

حج حضرتِ ابراہیمؑ امام الناس کا شرک و بت پرستی کے خلاف قیام تھا اور کربلا امام حسینؑ کا یزیدیت وطاغوتیت کے خلاف قیام ہے۔ابراہیم علیہ السلام کے عمل کا تسلسل حج ہے اور امام حسین علیہ السلام کے عمل کا تسلسل عزاداری ہے۔آج حج میں کیا ہو رہا ہے؟ اور آج عزاء میں کیا ہو رہا ہے؟ دونوں کا ایک جیسا حال کر دیا ہے۔اس لئے دونوں کے احیاء کی ضرورت ہے۔

## امام خمینیؒ، احیاء کنندہ حج وعزاداری

حضرت اقبالؒ فرماتے ہیں:

آج بھی ہو جو براہیم کا ایماں پیدا
آگ کرسکتی ہے اندازِ گلستاں پیدا......[1]

امام خمینیؒ وہ واحد ہستی ہے جس نے اس عصر میں حج اور عزاداری دونوں کو احیاء کیا، ابراہیمی حج کا آغاز کیا اور حج ابراہیمی کی دعوت اور حج میں ابراہیمی روح پھونکی لیکن آل سعود نے طاقت کے

[1]......(بانگِ درا-علامہ اقبالؒ،صفحہ۲۱۸)

ذریعہ کچل دیا اور حرم الٰہی کو زائرین کے خون سے رنگین کیا اور چار سو افراد شہید ہوئے اور باقی دنیا نے ان کا ساتھ دے کر ابراہیمی حج کے احیاء کے عمل کو روک دیا۔ دوسرا کام امام خمینیؒ نے عزاداری کا احیا کیا، عزاداری کے ذریعہ سے امامؒ نے طاغوت شکنی کی، امام خمینیؒ خود فرماتے ہیں ہم نے اپنے ملک کا طاغوت اور شہنشاہ عزاداری سے گرایا ہے، امام حسین علیہ السلام کی سیرت پہ عمل کر کے گرایا ہے۔

آپ توجہ کریں! حماسی عزاداری سے یہ نتیجہ لیا جا سکتا ہے جو امام خمینیؒ نے لیا ہے۔ اور یہ نتیجہ ہر ملک میں نکل سکتا ہے، ہندستان میں نکل سکتا ہے، پاکستان میں نکل سکتا ہے، عرب دنیا میں نکل سکتا ہے۔ لیکن اس وقت ممکن ہے جب حج اور عزاداری کی حقیقت زندہ ہو جائے، دونوں کی روح بحال کی جائے، دونوں کی تجارتی شکل کو چھوڑ کر عزاداری کی حقیقی روح اور شکل بنے اور حج کی ابراہیمی روح و شکل بنے۔ امام خمینیؒ کا فرمان تھا کہ موجودہ زمانے میں ایک ابراہیمی حج برپا ہو جائے تو امتِ اسلامیہ کے تمام مسائل حل ہو سکتے ہیں۔

صنم کدہ ہے جہاں اور مردِ حق ہے خلیل
یہ نکتہ وہ ہے کہ پوشیدہ لا الٰہ میں ہے......[1]

## ابراہیمی حج اور زینبی عزاء، امت کی مشکلات کا حل

عزیزان! اگر ایک ابراہیمی حج امت کے سارے مسائل حل کر سکتا ہے تو ایک حسینی و زینبی عزاداری جس میں روحِ زینبی اور روحِ حسینی ہو، ایک سال کی عزاداری ملتِ تشیّع کے مسائل حل کر سکتی ہے۔ میں یقین و وثوق کے ساتھ کہتا ہوں، اپنے ایمان و اعتقاد کے ساتھ کہہ رہا ہوں کہ مومنینِ ملتِ شیعۂ پاکستان آپ کئی سالوں سے ثقافتی عزاداری کر رہے ہیں، تجارتی عزاداری سے لوگ پیسے کما رہے

---

[1]......(بالِ جبریل-علامہ اقبالؒ، صفحہ ۷۱)

ہیں، ایک سال تجربے کے طور پر آپ زینبی اور حسینی عزاداری کریں، فقط ایک سال، اگر نتیجہ نہ نکلا تو واپس اپنی جاری روش پہ آ جانا، لیکن ایک سال تم حقیقی حسینی عزاداری کرو۔ یقین جانو کہ پاکستان کے اگر قومی اور ملکی مسائل حل نہ بھی ہوئے تو کم از کم اس سرزمین پر تشیع کے سارے مسائل حل ہو سکتے ہیں لیکن اس کے لیے بیداری اور آگہی کی ضرورت ہے، عزاداری میں روحِ کربلا دوڑانا ضروری ہے، روحِ کربلا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے اور وہ بھی فساد کے خلاف، حکمرانوں کے فساد کے خلاف، حکومتوں کے فساد کے خلاف، فاسد طبقات کے فساد کے خلاف۔

فصل چہارم

# کربلا، حادثہ یا حماسہ؟

اللہ تبارک وتعالیٰ نے نبیوںؑ میں سب سے نمایاں سیرت حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ائمہٴ ہدیٰ علیہم السلام میں سے سب سے نمایاں سیرت حضرت امام حسین علیہ السلام کی مقرر فرمائی ہے۔ یہ دونوں سیرتیں تقویٰ کی بنیاد ہیں، تقویٰ کے ستون ہیں اور ان سیرتوں سے وابستہ رہ کر اور ان پر قائم رہ کر انسان باتقویٰ بن سکتا ہے۔ یہ تقویٰ جو حضرت ابراہیمؑ نے پیش کیا حجرہ نشینی سے، خانقاہوں میں نہیں ملتا، ایک خانقاہی تقویٰ ہے جو غاروں میں بیٹھنے سے، چلے کاٹنے سے اور ریاضتیں کرنے سے حاصل ہوتا ہے، یہ ابراہیمی تقویٰ نہیں ہے۔ ابراہیمی تقویٰ میدان میں حاصل ہوتا ہے، میدانِ مبارزہ میں حاصل ہوتا ہے اور اللہ کی راہ میں قیام کرنے سے حاصل ہوتا ہے، شرک کے خلاف قیام کرنے سے حاصل ہوتا ہے، آگ کے الاؤ میں کودنے سے حاصل ہوتا ہے، بت شکنی سے حاصل ہوتا ہے اور اپنی اولاد کو سنگلاخ وادیوں میں لے جا کر قربان کرنے سے حاصل ہوتا ہے اور یہی تقویٰ امام حسین علیہ السلام نے پیش کیا ہے کہ یہ تقویٰ میدانوں میں حاصل ہوتا ہے، کربلا میں حاصل ہوتا ہے۔

عزیزان! جیسا کہ میں نے پہلے اشارہ کیا ہے اور شہید مطہریؒ بھی فرماتے ہیں کہ کربلا اپنی روح، حقیقت و باطن کے لحاظ سے حماسہ ہے لیکن جو رائج طریقہ ہے اور جو یادِ کربلا ہم مناتے ہیں وہ محض رسوماتی ہے۔ آبائی رسومات کے ذریعے ایامِ عزا برپا کرتے ہیں، اپنے احساسات اور جذبات کو تسکین دیکر مکمل خاموشی اختیار کر لیتے ہیں۔

دس محرم کو عین اسی وقت جب امام حسین علیہ السلام...... **هَلْ مِنْ نَاصِرٍ يَّنْصُرُنِیْ؟**......[1] ہے کوئی

---

[1]......(ترجمہ و تحقیق مفردات الفاظ قرآن۔ راغب اصفهانی، حسین بن محمد، المتوفی٥٠٢ھ، الجزء٣، صفحہ١٢) (نور الأبصار فی أحوال الأئمّة التسعة الأبرار۔ الشيخ محمد مهدی المازندرانی الحائریؒ) (تاريخ النياحة على الامام الشهيد الحسين بن علیؑ۔ السيد صالح بن ابراهيم بن صالح الشهرستانی) (حماسۂ حسینی۔ متفکر شهيد استاد مرتضٰی مطهریؒ)

ناصر جو میری نصرت کرے؟......هَلْ مِنْ ذَابٍّ یَذُبُّ عَنْ حَرَمِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ؟ ......[1] ''ہے کوئی مدافع جو حرم و حرمتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دفاع کرے؟'' کی صدائیں دے رہے ہیں ہم سلامِ آخر اور وداع کا نوحہ پڑھ کر رخصت ہو جاتے ہیں اور یہ معلوم بھی ہے کہ امام حسین علیہ السلام دس محرم کو شہید ہوئے ہیں، دس محرم کو دفن نہیں ہوئے، ابھی تو کربلا میں لاشے پڑے ہوئے ہیں اور اہل بیتؑ اسیر ہو کر شام کی طرف روانہ ہو گئے ہیں تو آپ کس چیز کے خاتمے کا اعلان کر رہے ہو؟ آپ نے عزاداری اور اس ذکر کی بساط کیوں سمیٹ لی ہے؟ پہلے بھی اشارہ ہوا ہے کہ یہ اس وجہ سے ہے کہ کربلا کی تفسیر و تشریح اور عاشوراء کا جو پیغام بتایا گیا ہے اس سے یہی سمجھ آیا ہے کہ اگر ہم دس دن عزا کا اہتمام کریں اور اس میں مجالس، گریہ اور لنگر وغیرہ ہو تو ہمارا فریضہ مکمل طور پر ادا ہو جاتا ہے۔

جو معنٰی ہمیں عزا کا بتایا گیا ہے اس کے مطابق دس دن جو کرتے ہیں یہ کافی ہے بلکہ کافی سے بھی زیادہ ہے، روزانہ مجلس سنتے ہیں، ٹائم دیتے ہیں، گھر میں بھی تھوڑا بہت اہتمام کرتے ہیں نیاز پکا کر کھا لیتے ہیں یا تبرک تقسیم کرتے ہیں تو یہ کافی سے بھی زیادہ سمجھتے ہیں چونکہ بتایا ایسے گیا ہے کہ آپ پر فقط اتنا فرض ہے۔ حضرت زہراء سلام اللہ علیہا آپ سے کیا مانگتیں ہیں؟ فقط رونا اور آنسو، لہٰذا ہم نے یہ آنسو بہا دیے ہیں یعنی جو ہمارا فریضہ تھا وہ تو ہم بجالائے ہیں۔ اس سے آگے آپ کا کوئی فریضہ بنتا ہے؟ کیوں نہیں بنتا چونکہ بتایا نہیں گیا۔ پاکستان میں عشرۂ محرم کے دوران لاکھوں کی تعداد میں مجالس ہوتی ہیں کسی ایک مجلس میں بھی قیام امام حسین علیہ السلام کی تشریح ہو اور مومنین کے اوپر عائد ہونے والے فرائض و وظائف بیان نہیں کیے جاتے کہ آپ نے اس کے بعد کیا کرنا ہے؟ مجلس کے شرکاء نے کیا انجام دینا ہے؟ کسی ایک مجلس میں نام کی حد تک بھی اس کا ذکر نہیں آتا صرف یہ بتایا جاتا ہے کہ بی بی سلام اللہ علیہا کو صرف

---

[1]......(اللهوف علی قتل الطفوف -سید ابن طاووسؒ، علی بن موسیٰ، المتوفی: ٦٦٤ھ، صفحه ١١٦)

(مثیر الاحزان-ابن نما حلیؒ، جعفر بن محمد، المتوفی: ٦٤٥ھ، صفحه ٧٠)

آنسو چاہیں بلکہ ایک مولانا صاحب نے تو باقاعدہ ٹیئر بینک (Tear bank) کا اعلان کیا اور کچھ مجالس میں ان آنسوؤں کو محفوظ رکھنے کے لیے رومال تقسیم ہوئے اور کچھ میں شیشیاں تقسیم ہوئی ہیں کہ جب آنسو نکلے تو وہ اس میں ٹپکا دو، سارے آنسو بینک میں جمع ہونگے ظاہر ہے کہ جب قوم کو اس طرح کی تعلیم دی جائے گی تو وہ اسی کو بجالائے گی، یہ کوئی مہنگا کام بھی نہیں ہے اور بڑا اجر بھی ہے اس کا، ان مولانا نے لوگوں کو مجلس میں یہ بتایا کہ آپ کا یہ ایک آنسو ایڈز، سرطان، فالج وغیرہ کے مریضوں کو ٹھیک کرتا ہے لہٰذا ہم اس ٹیئر بینک کے بعد ایک حسینی کلینک بنائیں گے اور پھر تمام دنیا کی لیبارٹریاں اور ہسپتال سب بند ہو جائیں گے اور ہر مریض ہمارے پاس آئے گا اور ہم اس کو آنسو کا قطرہ پلائیں گے یا اس پر لگائیں گے جس سے اس کی ہر بیماری ٹھیک ہو جائے گی۔ جب لوگوں کو آنسو کا یہ فلسفہ بتاؤ گے تو پھر ظاہر ہے کہ لوگ اسی کے اوپر پابند اور کاربند ہو جاتے ہیں اور بہت خلوص کے ساتھ یہ کام انجام دیتے ہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ عزاداروں کے اندر بہت خلوص ہے، انہیں پتا ہوتا ہے کہ مجلس پڑھنے والا تاجر ہے، یہ ذاکر نہیں ہے یہ پیسے لے کر سب کچھ کر رہا ہے، ایک ڈیڑھ کروڑ میں دس دن پڑھنا یہ کہاں کی عزاداری، اسلام اور دین ہے! یہ آپ کے ملک میں ہو رہا ہے آپ جستجو کریں کہ جنہوں نے عشرے پڑھے ہیں کس نے کیا لیا ہے؟ تو آپ کو بخوبی اندازہ ہو جائے گا کہ امام حسین علیہ السلام کا مکتب بیان ہوا ہے یا ذکرِ حسینؑ کو مکسب بنایا گیا ہے۔ عام لوگ بہت پُر خلوص ہیں، ایک مومن کسی ذاکر کا نام لے کر بتاتے ہیں کہ فلاں شخص جب مجلس پڑھتا ہے تو مجھے سو فیصد یقین ہوتا ہے کہ یہ جھوٹ پڑھ رہا ہے لیکن اس کے باوجود میں اس کی مجلس میں بہت روتا ہوں، پتا ہوتا ہے کہ وہ جھوٹ پڑھ رہا ہے لیکن وہ اتنا دردمند واقعہ ہوتا ہے اور جب وہ اتنے سوز و لحن کے ساتھ پڑھتا ہے تو بے ساختہ آنسو نکل آتے ہیں، اس مومن کے یہ آنسو خلوص کی وجہ سے نکلتے ہیں، مومنین کے اندر یہ اخلاص و خلوص ہے لیکن اس اخلاص و خلوص سے جو فائدہ اٹھا رہے ہیں انہوں نے عزاداری کو کچھ اور شکل دے دی ہے انہوں نے عزاداری کو حادثہ بنا دیا ہے۔

## حادثاتی اور حماسی عزاداری میں فرق

آج ہم جو عزاداری کرتے ہیں وہ حادثی عزاداری ہے حماسی نہیں ہے جبکہ شہید مطہریؒ فرماتے ہیں کہ روح کے لحاظ سے قیام امام حسین علیہ السلام حماسہ ہے اور حماسی روح عزاداری کے اندر ضرور موجود ہونی چاہیئے تا کہ اس کا قیام کربلا سے تعلق بن جائے۔ رائج طریقہ یہ ہے کہ کربلا ایک حادثہ ہے اور بہت ہی دردناک وغمناک حادثہ ہے، اس حادثے میں حد درجہ ظلم وستم ہوا ہے اور اس حادثے میں کچھ حادثہ دیدگان ہیں، کچھ حادثہ ایجاد کرنے والے ہیں اور کچھ حادثہ دیدہ لوگ ہیں لہٰذا جو حادثہ دیدہ ہوتے ہیں ان کے ساتھ ہمدردی کرنی چاہیئے، ان کا شریک غم ہونا چاہیئے، ان کے ساتھ اظہار دکھ کرنا چاہیئے اور اس اظہارِ غم پر ہمیں عظیم اجر بھی نصیب ہوگا، ہمارا عزاداری کا رائج طریقہ اظہار ہمدردی والا ہے، کس کے ساتھ ہمدردی؟ شہدائے کربلا، امام حسین علیہ السلام اور آپ کے خاندان کے ساتھ۔ ہم کیوں ہمدردی رکھتے ہیں کیونکہ ان کے ساتھ بہت غمناک ودردناک حادثہ ہوا ہے اور اس حادثے میں نقصان ہوا اس لیے وہ اس ہمدردی کے مستحق ہیں اور ہمیں اس ہمدردی کا بڑا اجر نصیب ہوگا۔ اس عزاداری کا نام حادثاتی عزداری ہے جس نے کربلا کو حادثہ سمجھا ہوا ہے۔ شہید مطہریؒ فرماتے ہیں کہ کربلا حماسہ ہے۔

حماسہ ایک عام اصطلاح ہے، اسی نام پر فلسطین کی ایک تنظیم ''حماس'' ہے، اس نام پر کتابیں بھی ہیں اور بعض مدارس میں ابھی بھی یہ کتابیں پڑھائیں جاتی ہیں، حماسہ ادب کی ایک کتاب ہے جسے علماء بڑی دلچسپی کے ساتھ پڑھاتے ہیں، اس میں قبل از اسلام جاہلیت کے شعر ہیں جو ایک کتاب کے اندر جمع ہوئے ہیں، اس کتاب کا نام ہے ''حماسہ'' اور یہ کتاب ہمارے مدارس کا اسلامی نصاب ہے، جاہلیت کے شعر ادب کے منبع کے طور پر پڑھائے جاتے ہیں۔ ان اشعار کا نام حماسہ ہے، کیوں حماسہ ہے؟ کیونکہ ان اشعار میں مزاحمت، جنگ، بہادری، دلیری اور غیرت کے قصے ہیں مثلاً کس قبیلے میں جنگ ہوئی، اس میں کس نے بہادری کے جوہر دکھائے، چونکہ یہ اشعار ان مضامین پر مشتمل

ہیں اس لیے اس کتاب کا نام ہی حماسہ قرار دیا گیا ہے۔ یہ لفظِ حماسہ کی وضاحت کے لیے بیان کر رہا ہوں کہ اس لفظ کو اردو میں روزمرہ استعمال کر کے رائج کریں، فارسی میں یہ لفظ رائج ہو چکا ہے لیکن اردو زبان کا لفظ نہیں بنا کیونکہ اردو میں اس کا استعمال نہیں کرتے اور ضرورت بھی نہیں سمجھتے۔ حماسہ ایک مزاحمتی عمل کو کہتے ہیں۔ استقامت، بہادری، دلیری اور ایسا مبارزہ جس کے اندر غیرت بھی شامل ہو۔ اس کو عربی زبان میں حماسہ کہتے ہیں۔ شہید مطہریؒ فرماتے ہیں کہ کربلا اپنی نوعیت و ذات میں حماسہ ہے یعنی ایک مزاحمت و قیام ہے جس کے اندر بہادری، غیرت، دلیری، استقامت اور وہ ساری خصوصیات ہیں جو حماسہ کے اندر موجود ہوتی ہیں۔

## کربلا، مکسب نہیں مکتب ہے

عزیزان! کربلا ایک مکتب ہے مکسب نہیں ہے۔ کربلا مکتب ہے اور وہ بھی حماسی مکتب۔ کربلا دلیری، قیام، مزاحمت، شجاعت اور غیرت کا میدان ہے۔ سید الشہداء علیہ السلام نے خود اس کا رخ معین کیا ہے۔ امام علیہ السلام نے عاشوراء و کربلا کے قیام کی مزاحمت کا رخ فاسد، ظالم و ناجائز حکومت کی طرف کر دیا ہے، یزید کی طرف کیا ہے۔ یوں نہیں تھا کہ اس عہد میں فقط یزید فاسد تھا بلکہ ہزاروں اور لاکھوں لوگ فاسد تھے لیکن جو فساد کی جڑ ہے جس کی وجہ سے باقی ساری امت کے اندر فساد پیدا ہونا ہے وہ فاسد حکمران ہے۔ امام علیہ السلام نے فسادِ حاکم کو اپنے نشانے پر رکھا، اصلاح امت کے لیے بھی اور نابودیٔ طاغوت کے لیے بھی۔ یہ کربلا کی واضح جہت اور ہدف ہے کہ یہ حماسہ ہے، دلیرانہ قیام و مزاحمت ہے، یزید اور یزیدیت کے خلاف ہے، ستمگر و ظالم حکومت اور ملوکیت کے خلاف ہے یعنی استبدادی نظام اور غیر انسانی حکومت کے خلاف یہ قیام ہے، روح کے لحاظ سے کربلا اور عاشوراء کا قیام اس حیثیت کا مالک ہے لیکن جب یہ قیام کربلا تاریخ کے سپرد ہوتا ہے، بعد کی نسلوں میں منتقل ہوتا ہے تو یہ عزاداری کا میدان

مکتبی افراد کے بجائے مکسبی لوگوں (تاجروں) کے ہاتھ چڑھ جاتا ہے۔

مکسب منڈی کو کہتے ہیں جہاں کاسبی کی جاتی ہے، جہاں کاسب (کمانے والے) ہوتے ہیں اور یہ لوگ آکر اس کی حماسی روح کو فراموش کرکے اس کے اندر خود ایک خیالی رنگ بھر دیتے ہیں اور بالکل ایک الگ سی خیالات کی داستان بنا کے لوگوں کے سامنے پیش کرتے ہیں چونکہ بیان کرنے والے کاسب ہیں اور کاسبوں نے کربلا کا نقشہ اپنے تخیل سے بنایا ہوا ہے اور سننے والوں نے اخلاص وایمان کے ساتھ قبول کرلیا کہ کربلا یہی ہے جو کاسب کہہ رہے ہیں۔نتیجہ یہ ہوا کہ کربلا کا حماسہ فقط اظہارِ ہمدردی میں تبدیل ہوگیا اور اس میں مزاحمت، شجاعت و دلیری کا رنگ ختم کر دیا گیا۔

## کربلا کا رخ یزیدیت کی طرف، عزاداری کا رخ مخالف فرقوں کی طرف!

دوسرا فرق یہ ہے کہ امام حسین علیہ السلام کے قیام کا رخ ملوکیت و یزیدیت کی طرف ہے جبکہ عزاداری کا رخ مخالف فرقوں کی طرف موڑ دیا گیا ہے۔خصوصاً پاکستان میں اس نکتہ کو بیان کرنے کی اشد ضرورت ہے کہ قیام کربلا میں امام حسین علیہ السلام مکتبِ امامت کے پیشوا و امام ہیں اور مکتبِ امامت کے مقابلہ میں مکتبِ خلافت موجود ہے۔امام حسین علیہ السلام، امام حسن علیہ السلام اور امام علی علیہ السلام تین معصوم امامؑ خلفاء کے عہد میں رہے ہیں اور خلافت اور امامت کا نظریہ ایک نہیں ہے بلکہ خلافت' امامت کے مقابلے میں ہے لیکن امام علی علیہ السلام امامت کے منصب پر فائز ہونے اور نظامِ خلافت کے ساتھ اختلاف رکھنے کے باوجود خلافت کے خلاف قیام نہیں کرتے، اعتراض رکھتے ہیں لیکن قیام نہیں کرتے۔

اسی طرح امام حسن علیہ السلام اور امام حسین علیہ السلام خلفاء کے خلاف قیام نہیں کرتے، یہاں خلافت سے مراد یعنی وہ لوگ جو نظریۂ امامت کے مخالف ہیں جن کا مسلک اور مذہب شیعہ و امامیہ نہیں ہے وہ نظریہ خلافت کے قائل ہیں ائمہؑ ان کے خلاف قیام نہیں کرتے لیکن ملوکیت و استبداد جب خلافت کی

جگہ لے لیتی ہے تو امام حسینؑ اس کے خلاف قیام کرتے ہیں، یعنی کربلا کا حماسہ، کربلا کی جنگ، کربلا کی دلیری، کربلا کی غیرت اور کربلا کے قیام کی جہت طاغوتیت اور استبداد کے خلاف ہے لیکن آج کاسبوں (تاجروں) نے عزاداری کا رخ فرقہ واریت اور مخالف مذاہب کی طرف موڑ دیا ہے۔

## اہل سنت قیامِ امام حسینؑ میں شامل، عزاداری میں کیوں نہیں؟

غور کریں کہ قیامِ کربلا میں اور اس سے قبل امام حسینؑ نے کتنے خطبے خلفاء کے خلاف یا مخالف مذاہب کے خلاف دیئے؟ ایک خطبہ بھی ان کے خلاف نہیں دیا حالانکہ اس وقت مخالف مذاہب رکھنے والے کم نہیں تھے، حجاز میں عبداللہ ابن عمر ملے مخالف مذہب سے تعلق رکھتے تھے، عبداللہ ابن زبیر بھی مخالف مذہب کے تھے اور اس طرح بڑے اکابرین امام حسینؑ کو ملے یہ سب مذہبی مخالفین تھے۔ امام حسینؑ نے انہیں نہیں کہا کہ میرا قیام آپ کے خلاف ہے یا آپ بھی یزید جیسے ہو! بلکہ ان سب کو دعوت دی کہ بیشک آپ میرے مخالف ہو، آپ خلافت کے نظریے کے قائل ہیں جبکہ میں امامت کے نظریے کا حامل ہوں لیکن میں جس کے خلاف قیام کر رہا ہوں تم مخالف مذہب رکھتے ہوئے اس کے خلاف قیام کرو کیونکہ یہ ہمارا تمہارا مشترکہ مقصد و ہدف ہے۔ ملوکیت، استبداد اور طاغوتیت کے خلاف دونوں مذاہب (امامت اور خلافت) کو قیام کرنا چاہئے۔ امام حسینؑ نے خلافت کے پیروکاروں کو اپنے ساتھ قیام میں شرکت کی دعوت دی، عبداللہ ابن زبیر کو کہا کہ میرا ساتھ دو، عبداللہ ابن عمر کو کہا کہ میرا ساتھ دو، زہیر بن قین، عبیداللہ بن حر جعفی اور دیگر جتنے بھی خلافت کے نظریے کے قائلین تھے سب کو کہا کہ میرے قافلہ میں شامل ہو جاؤ، میرے ساتھ آ کر کھڑے ہو جاؤ کیونکہ یہ ملوکیت و استبداد اور طاغوتیت وہ بات ہے جو تمہارے بھی مذہب کے خلاف ہے۔

عزیزان! عزاداری میں کاسبوں نے کربلا، دین، تشیع اور اسلام کے ساتھ یہ ظلم کیا ہے کہ

عزاداری کا رُخ مخالف مذاہب کی طرف موڑ دیا ہے اور فرقہ واریت کا بیج کاشت کر دیا ہے اور اس طرح سے طاغوت کو محفوظ میدان دے دیا جاتا ہے۔ بالکل اسی طرح امریکہ جب اسرائیل کو تحفظ دینا چاہتا ہے تو مشرقِ وسطیٰ کے حالات کا رُخ کہیں اور موڑ دیتا ہے تاکہ اسرائیل محفوظ رہے۔

مخالف مذاہب کے خلاف حسینیت کا قیام نہیں تھا بلکہ طاغوتیت، یزیدیت، استبداد اور ملوکیت کے خلاف تھا اور یہ وہ نکتہ ہے جو امامت اور خلافت کے پیروکاروں کے درمیان مشترک ہے کہ انکا قیام طاغوتیت اور ملوکیت کے خلاف ہو، لہٰذا تشیع کے پاس اتنی وسعت اور گنجائش موجود ہے کہ اگر یہ عزاداری کو امام حسین علیہ السلام کی راہ اور ہدف پر لے آئیں تو مشترکہ عمل بن جاتا ہے کہ مخالفین کو بھی عزاداری میں دعوت دی جائے کیونکہ ملوکیت ان کا بھی مذہب نہیں ہے اور طاغوتیت ان کا بھی مذہب نہیں ہے۔ کاسبوں نے اپنی تجارت بڑھانے کے لئے، اپنا مال بڑھانے کے لئے اس مکتب کو مکسب بنایا اور پھر اس مکتب کا رُخ طغیان و طاغوتیت سے موڑ کر مخالف مذاہب کی طرف کر دیا لہٰذا مجالس میں سننے والوں کی یہی توقع ہوتی ہے کہ مخالف مذہب پر حملے ہوں گے، چاہیئے تو یہ تھا کہ یزیدیت اور طاغوتیت پر حملے کرو، اپنے زمانے کے کسی مستبد یزید اور اس کی استبدادیت پر حملے کرو۔

## عصرِ حاضر کے یزید اور طاغوت عزاداری میں فراموش کیوں ہو گئے؟

آپ دیکھیں کہ اس وقت عرب دینا میں مستبد حکمران ہیں، مغرب میں استبداد ہے، امریکہ میں استبداد ہے اور ساری دنیا ان کے ظلم کی چکی میں پس رہی ہے جبکہ عزاداری میں ان کا نام تک نہیں آتا، عزاداری میں آج کے یزید اور ظالم کا تذکرہ تک نہیں ہوتا۔ اس وقت کشمیر ہندوستان کے ظلم کے نیچے پس رہا ہے جبکہ عزاداری میں ہندوستان حکومت جیسے ظالم کا نام تک نہیں لیا جاتا۔ یہ حالت عزاداری کی کیوں ہوئی؟ کیونکہ کاسبوں اور تاجروں نے عزاداری کا رخ ہی موڑ دیا ہے۔

ورنہ اگر حماسی اور حسینی روح عزاداری میں برقرار ہوتی تو آج کے اس زمانے کی عزاداری کا رُخ ہندوستان کے خلاف ہوتا کیونکہ کشمیر پہ ظلم کر رہا ہے، آج کی عزاداری کا رُخ اسرائیل کے خلاف ہوتا چونکہ فلسطین پہ ظلم کر رہا ہے اور آج کی عزاداری کا رُخ آلِ سعود کے یزیدوں کے خلاف ہوتا چونکہ یہ یمن میں ظلم کر رہے ہیں، آج کی عزاداری کا رُخ امریکہ اور یورپ اور ان کی نیٹو کے خلاف ہوتا کیونکہ انہوں نے تمام مسلمان دنیا میں آگ لگا رکھی ہے لیکن کا سبوں نے اس طرح سے رُخ موڑا اور تحریف کی کہ اب عزاداری کے اندر نہ مجمع یہ تقاضا کرتا ہے، نہ بانی یہ تمنا کرتا ہے، نہ ذاکر یہ مضمون چھیڑتا ہے اور نہ عالم یہ مضمون پڑھتا ہے، سب نے فرقہ وارانہ مضمون رٹے ہوئے ہیں جس میں مخالف مذہب کے اوپر کنائے مارنا ہے۔

آپ کا اختلاف اس مذہب کے ساتھ ہے ان کا اختلاف آپ کے ساتھ ہے، اس اختلاف کو عزاداری میں لا کر پیش نہ کرو، اپنے اختلاف کو اپنی کتابوں، علوم اور مدارس میں رکھو، یہاں دونوں فرقے اٹھ کر اس چیز کے خلاف قیام کرو جس کی طرف امام علیہ السلام نے مخالفوں کو بھی کہا کہ میرے ساتھ شامل ہو جاؤ اور وہ یزیدیت، طغیان اور طاغوتیت ہے۔ امام علیہ السلام نے خطبہ منیٰ میں یہ کام کیا کہ مخالفین کو بٹھا کر کہا کہ کیا تم نہیں دیکھ رہے کہ حق پر عمل نہیں ہو رہا اور باطل سے روکا نہیں جا رہا اور ان کے سامنے حکومت کا سارا ستم بیان کیا۔ امام حسین علیہ السلام کے قیام میں اس زمانے میں نہ کوفہ کا شیعہ آیا اور نہ حجاز کا سنی آیا۔

حقیقتِ ابدی ہے مقامِ شبیری
بدلتے رہتے ہیں اندازِ کوفی و شامی......[1]

---

[1]......(بالِ جبریل-علامہ اقبالؒ، صفحہ ۷۴)

## لازم ہے کہ ہر فرد حسین ابنِ علیؑ ہو

آج بھی اگر عزاداری کا رخ فرقہ واریت سے ہٹا کر طاغوتیت اور یزیدیت کی طرف موڑ دیا جائے تو شیعہ کی بھی اس میں دلچسپی ختم ہو جائے گی اور سنی بھی اس میں نہیں آئے گا چونکہ اُس وقت یزید کے مقابلے میں امام حسین علیہ السلام کے ساتھ دونوں نہیں آئے نہ حجاز کا سنی آیا اور نہ کوفہ کا شیعہ آیا، یزید کے مقابلے میں ان کو کوئی دلچسپی نہیں ہے، ان کے لیے کوئی اٹریکشن نہیں ہے۔ جبکہ امام حسین علیہ السلام کا ہدف یزیدیت کا خاتمہ تھا اور یہی روحِ کربلا ہے اور یہی حماسہ ہے۔ جوش ملیح آبادی کے یہ حماسی اشعار حقیقت پر مبنی ہیں:

اے قوم! وہی پھر ہے تباہی کا زمانہ
اسلام ہے پھر تیر حوادث کا نشانہ
کیوں چپ ہے اسی شان سے پھر چھیڑ ترانہ
تاریخ میں رہ جائے گا مَردوں کا فسانہ
مٹتے ہوئے اسلام کا پھر نام جلی ہو
لازم ہے کہ ہر فرد حسین ابن علی ہو......[1]

عزیزان! شیعہ اور عزاداروں کے فرائض بہت زیادہ ہیں، اتنے زیادہ کہ آپ غور کریں تو حیران ہو جائیں گے کہ آپ نے اپنے زمانے، اپنے عہد اور اپنی نسل میں عزاداری کو کربلا کا رنگ دینا ہے، مجالس کو عاشوراء کا رنگ دینا ہے۔ میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ عاشوراء اور عزاداری رسم نہیں ہے، عزاداری بزم بھی نہیں ہے، عزاداری رزم ہے، پیکار ہے، عزم ہے، ہم نے اسے بزمِ عزا اور رسمِ عزا بنا دیا ہے اب اس بزم اور رسم کو عزم اور رزم میں تبدیل کرنا ہے چونکہ کربلا رزم کا نام ہے۔ یہ رزم

---

[1]...... (شعلہ و شبنم-جوش ملیح آبادی، آوازِ حق، شائع شدہ۱۹۳۶ء)

یزیدیت کے خلاف ہے۔ دنیا کو یہی رزم بچا سکتی ہے، طاغوتیت سے نجات دے سکتی ہے، امت کو فساد سے بچا سکتی ہے، ملک ومملکت کو یہی رزم بچا سکتی ہے۔ ان شاءاللہ خدا وہ دن لائے، وہ نسل پیدا ہو جو رزمِ عزا اور عزمِ عاشوراء کے ساتھ، کربلا کی حماسی روح کے ساتھ امام حسین علیہ السلام کے پرچم کے تلے آج کی بشریت کو ظلم وستم سے نجات دے۔ ان شاءاللہ

# فهرستیں

فهرست آیات

فهرست روایات

فهرست اشعار

فهرست منابع وماخذ

# فہرست آیات

# فہرست روایات

# فہرست اشعار

## (فارسی)

صفحہ

### علامہ اقبالؒ



## (اردو)

### علامہ اقبالؒ

**صفحہ**

صنم کدہ ہے جہاں اور مردِ حق ہے خلیل
یہ نکتہ وہ ہے کہ پوشیدہ لاالٰہ میں ہے...... 62

حقیقت ِابدی ہے مقامِ شبیری
بدلتے رہتے ہیں انداز کوفی وشامی...... 75

## جوش ملیح آبادی

اے قوم! وہی پھر ہے تباہی کا زمانہ
اسلام ہے پھر تیر حوادث کا نشانہ
کیوں چپ ہے اسی شان سے پھر چھیڑ ترانہ
تاریخ میں رہ جائے گا مَردوں کا فسانہ
مٹتے ہوئے اسلام کا پھر نام جلی ہو
لازم ہے کہ ہر فرد حسین ابن علی ہو...... 76

# فہرست منابع و مآخذ

◄القرآن الکریم

◄نہج البلاغہ

▼ا

◄العوالم، الامام الحسین (ع)- الشیخ عبدالله البحرانیؒ

◄اللهوف علی قتل الطفوف-سید ابن طاووس

◄الوافی-الفیض الکاشانیؒ

◄انساب الاشراف

▼ب

◄بحار الانوار-العلامة الشیخ محمد باقر المجلسیؒ

▼ت

◄تحف العقول-ابن شعبة الحرانی

◄تاریخ طبری

◄ترجمه و تحقیق مفردات الفاظ قرآن-راغب اصفهانی،حسین بن محمد

◄تاریخ النیاحةعلی الامام الشهید الحسین بن علیؑ السید صالح بن ابراهیم بن صالح الشهرستانیؒ

## ▼ح

◀حماسۂ حسینی-متفکر شہید استاد مرتضٰی مطہریؒ

## ▼ر

◀رموزِ بیخودی-علامہ اقبالؒ

## ▼س

◀سخنان حسینؑ بن علیؑ از مدینہ تا کربلا-محمّد صادق نجمی

## ▼ش

◀شعلہ و شبنم-جوش ملیح آبادی

## ▼ک

◀کلیات اقبالؒ(اردو)

◀کلیات اقبالؒ(فارسی)

## ▼م

◀مستدرك الوسائل ومستنبط المسائل-المحدثین الحاج میرزا حسین النوری الطبرسیؒ

◀مثیر الاحزان-ابن نما حلیؒ،جعفر بن محمد،المتوفی:٦٤٥ھ

◀مقتل خوارزمی

◀ مَعَالِمُ المَدرَسَتَین، محقق علامه مرتضیٰ عسکریؒ

## ▼ن

◀ نور الأبصار فی أحوال الأئمّة التسعة الأبرار الشیخ محمد مهدی المازندرانی الحائریؒ

## ▼و

◀ وسائل الشیعه-شیخ حر عاملیؒ